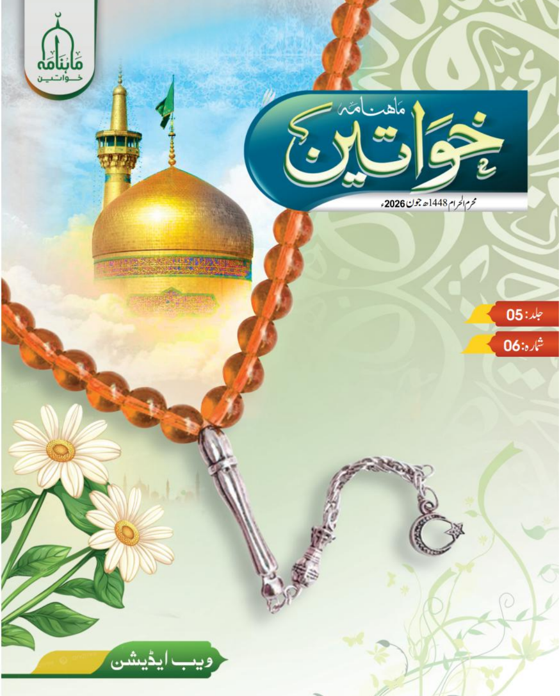
ماہنامہ
خواتین
ماہنامہ
خواتین
محرم الحرام 1448ھ جون 2026ء
جلد: 05
شمارہ: 06
ویب ایڈیشن

عاشوراء کے دن کا وظیفہ

جو عاشوراء کے دن ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے تو اس کی طرف رحمٰن (اللہ پاک) نظر فرمائے گا اور جس کی طرف رحمٰن نظر فرمائے اُسے کبھی عذاب نہ دے گا۔

(النور فی فضائل الایام والشہور، ص124)

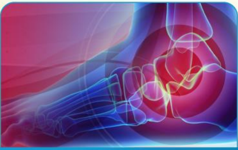

درد کا روحانی علاج

بدن میں درد یا کسی چیز کی شکایت ہو تو تکلیف کی جگہ پر سیدھا ہاتھ رکھ کر بسم اللہ تین بار اور پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھے: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ۔

(الحصن الحصین، ص109)

سفر میں خوشحال رہنے کا مصطفوی وظیفہ

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت جُبیر بن مُطْعِم رضی اللہ عنہ کو سفر میں اپنے ساتھیوں سے زیادہ خوشحال رہنے کے لئے روانگی سے پہلے یہ سورتیں پڑھنے کی تلقین فرمائی: (1) سورۂ کافرون (2) سورۂ نصر (3) سورۂ اخلاص (4) سورۂ فلق (5) سورۂ ناس۔ ہر سورت ایک ایک بار اور ہر ایک کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم اور سب سے آخر میں بھی ایک بار بِسْمِ اللہ پوری پڑھ لیجئے، (اس طرح سورتیں پانچ ہوں گی اور بِسمِ اللہ شریف چھ بار) حضرت جُبَیر بن مُطْعِم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں یوں تو مالدار تھا مگر جب سفر کرتا تو بدحال ہو جاتا، لیکن جب سے یہ سورتیں سفر سے پہلے ہمیشہ پڑھنی شروع کیں ہیں، ان کی برکت سے واپسی تک خوشحال اور دولت مند رہتا۔

(مسند ابی یعلیٰ، 6/265، حدیث: 7382 ملخصا)

پریشانی دور کرنے کا وظیفہ

جس نے صبح و شام سات سات مرتبہ پڑھا: حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ تو اللہ پاک اس کی تمام حقیقی اور خیالی پریشانیوں میں کفایت کرے گا۔

(ابوداود، 4/416، حدیث: 5081)

فہرست

قرآن وحدیث

سلسلہ	عنوان	مصنفہ	صفحہ
تفسیرِ قرآنِ کریم	اللہ ورسول کے فرامین کو یادرکھئے!	محترمہ ام حبیبہ مدنیہ عطاریہ	2
شرحِ حدیث	نکاح میں تاخیر کے نقصانات	محترمہ بنتِ کریم بخش مدنیہ عطاریہ	4

ایمانیات وعبادات

سلسلہ	عنوان	مصنفہ	صفحہ
عبادات	پیر اور شبِ پیر کی عبادات	محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ	6

فیضانِ سیرت

سلسلہ	عنوان	مصنفہ	صفحہ
اخلاقِ نبوی	حضور کی اصحابِ احد سے محبت	محترمہ بنتِ اختر مدنیہ عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)	8
معجزاتِ انبیا	حضرت شمویل علیہ السلام کے معجزات وعجائبات	شعبہ ماہنامہ خواتین	10
ازواجِ انبیا	سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا	شعبہ ماہنامہ خواتین	12
نیک خواتین کے سبق آموز واقعات	دنیایا آخرت؟ترجیح کس کو؟	محترمہ ام سلمہ مدنیہ عطاریہ	14

فیضان بزرگانِ دین

سلسلہ	عنوان	مصنفہ	صفحہ
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرحِ قصیدۂ معراجیہ (قسط13)	محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ	15
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	پیغامِ بنتِ عطار،63نیک اعمال (نیک عمل نمبر41)	محترمہ بنتِ عطار	17
	شرحِ شجرۂ قادریہ ،رضویہ ،ضیائیہ ،عطاریہ (قسط8)	محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ	19
	مدنی مذاکرہ	امیرِ اہلِ سنت	20

اسلام اور خواتین

سلسلہ	عنوان	مصنفہ	صفحہ
	بیٹیوں کو صبر وتحمل کی تربیت دیں	محترمہ ام میلاد عطاریہ	22
خاندان میں عورت کا کردار	ممانی کا کردار	محترمہ بنتِ مدثر مدنیہ عطاریہ	24

علم نور ہے

سلسلہ	عنوان	مصنفہ	صفحہ
قرآنیات	اسمائے قرآنِ کریم	محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ	25

شرعی راہ نمائی

سلسلہ	عنوان	مصنفہ	صفحہ
دار الافتاء اہلسنت		مفتی فضیل رضا عطاری	27
اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل			29

رسم و رواج

سلسلہ	عنوان	مصنفہ	صفحہ
	اعتقادات وتوہمات (قسط2)	محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ	30

اخلاقیات

سلسلہ	عنوان	مصنفہ	صفحہ
کرنے والے کام	خلوص (کھرا پن)	محترمہ ام انس عطاریہ	32
نہ کرنے والے کام	نفاق	محترمہ بنتِ شہزاد عالم عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)	34

فیضان دعوتِ اسلامی

سلسلہ	عنوان	مصنفہ	صفحہ
نئی لکھاری	تحریری مقابلہ	محترمہ بنتِ سجاد حسین عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)	36
فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز کی جھلکیاں	نغماتِ رضا کورس		39
تاثرات وسفارشات		محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ	40

چیف ایڈیٹر: مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون: مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہل سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net
صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی

اللہ و رسول کے فرامین کو یاد رکھیے!

محترمہ ام حبیبہ مدنیہ عطاریہ معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز گلبہار سیالکوٹ

وَ اذْكُرْنَ مَا یُتْلٰى فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا۠ (پ22،الاحزاب:34) ترجمہ: اور اللہ کی آیات اور حکمت یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ بیشک اللہ ہر باریکی کو جاننے والا، خبر دار ہے۔

تفسیر

یعنی اے بیبیو! تمہارا گھر قرآن و حدیث کی کان ہے جہاں سے نبوت کا آفتاب چمک رہا ہے تم کو چاہیے کہ تمہارے اعمال سب سے زیادہ ہوں۔[1] اس آیت میں بھی اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب فرمایا گیا ہے کہ تمہارے گھروں میں جو قرآنِ کریم کی آیتیں نازل ہوتی ہیں اور تم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے جن احوال کا مشاہدہ کرتی ہو اور ان کے جن ارشادات کو سنتی ہو انہیں یاد رکھا کرو اور موقع کی مناسبت سے وعظ و نصیحت کو لوگوں کے سامنے بیان کرتی رہو۔[2]

امام قرطبی اس آیت میں مذکور **لفظ** وَاذْكُرْنَ کے تحت فرماتے ہیں: اللہ پاک نے ازواجِ مطہرات کو اس عظیم نعمت کی یاد دہانی کرائی کہ وہ ایسے مبارک گھروں میں رہتی ہیں جہاں اللہ پاک کی آیات اور حکمت (سنت) کی تلاوت ہوتی ہے، لہٰذا ان آیات کو یاد رکھنا، ان میں غور و فکر کرنا اور ان کی قدر پہچاننا ضروری ہے تاکہ ان کی زندگی بھی اسی کے مطابق سنور جائے۔ نیز انہیں حکم دیا گیا کہ وہ قرآنِ کریم اور حضور کے ارشادات و معمولات کو یاد رکھیں، بیان کریں اور دوسروں تک پہنچائیں تاکہ لوگ ان پر عمل کریں اور حضور کی اقتدا کریں۔ حضرت شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃُ اللہِ علیہ کے مطابق حضور کو تبلیغِ قرآن اور دینی علم کی تعلیم کا حکم تھا اور جب آپ کسی کو دین سکھا دیتے تو آپ سے تبلیغ کا فرض ساقط ہو جاتا اور سننے والوں کی یہ ذمہ داری بنتی کہ اسے آگے پہنچا دیں۔ نیز آپ پر ہر ہر بات صحابہ کو بتانی لازم نہ تھی، نہ یہ لازم تھا کہ ازواج کو کوئی مسئلہ سکھا کر لوگوں کو بتائیں کہ آج فلاں حکم نازل ہوا تھا۔[3]

اٰیٰت اور حکمۃ کے متعلق اقوال

آیات اللہ سے مراد قرآنِ کریم ہے اور حکمت کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سنت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے قرآنِ کریم کے احکام اور مواعظ مراد ہیں۔[4]

تفسیر روح البیان میں ہے: حضرت قتادہ کے نزدیک اس مقام پر **آیات** سے مراد قرآنِ کریم کی آیات ہیں اور **حکمت** سے مراد احادیثِ نبویہ ہیں، کیونکہ نبیِ کریم کی حدیث دراصل حکمت ہی ہے۔ اس عبارت میں **حضور کی مقدس بیویوں** کو ملنے والی ان نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ پاک نے انہیں اہلِ بیتِ نبوت بنایا اور ان کے گھروں کو وحی کا مرکز قرار دیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اللہ پاک کے منع کردہ کاموں سے بچیں، اس کے احکامات پر عمل کریں اور قرآنی آیات کی تلاوت کریں۔ انہیں اس بات پر خبر دار کیا گیا ہے کہ ان آیات کی صرف تلاوت ہی نہیں بلکہ ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اور یہ اشارہ دیا گیا کہ ان گھروں میں صرف رہائش رکھنا اصل مقصد نہیں، اگرچہ وہ وحی کے نزول کے مراکز ہیں اور ہر زوجۂ نبی کے گھر میں قرآن کا کوئی نہ کوئی حصہ نازل ہوا ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ ان آیات کو پڑھا جائے اور ان کی پیروی کی جائے۔ یہاں تلاوت کرنے والے کی کوئی قید نہیں لگائی گئی، چاہے تلاوت حضور فرمائیں، جبرئیلِ امین کریں، حضور کی مقدس بیویاں کریں، صحابہ کرام کریں یا دیگر عوام؛

Go To Index

کیونکہ صرف تلاوت مقصود نہیں بلکہ اس سے نصیحت حاصل کر کے عمل کرنا اصل ہے۔

تفسیر الوسیط کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ حضور کی مقدس بیویوں کے لئے قرآن کو یاد رکھنا، اس کے احکام کی تشہیر کرنا اور اس کے ذریعے خود اور دوسروں کو نصیحت کرنا ضروری ہے، کیونکہ قرآنِ کریم تمام شرعی معاملات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اگرچہ یہ خطاب خاص طور پر حضور کی مقدس بیویوں کو ہے، لیکن اس کا حکم عام ہے جس میں ان کے علاوہ تمام مسلمان مرد اور عورتیں شامل ہیں۔

یاد رہے! شریعت کے تمام معاملات قرآن وحدیث پر مبنی ہیں اور اللہ پاک کی حدود اور فرائض وغیرہ کا علم بھی انہی سے حاصل ہوتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: قاری (اور قاریہ) کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ ہر دن اور رات قرآن کی تلاوت کرے تاکہ اسے بھول نہ جائے اور قرآن اس کے سینے سے نکل نہ جائے۔ قرآن کو اس حد تک بھول جانا کہ انسان اسے دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے، گناہِ کبیرہ میں سے ہے۔ سنت یہ ہے کہ مومن اپنے گھر کے لئے بھی قرآنِ کریم کا ایک حصہ مقرر کرے اور اپنے وظیفے میں سے جتنا میسر ہو گھر میں پڑھے۔ مسلمانوں کے گھروں میں ایسے چراغ ہیں جن کی روشنی عرش تک پہنچتی ہے، ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے مقرب فرشتے انہیں پہچانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نور ان مومنین کے گھروں سے آرہا ہے جن میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اسی طرح کبھی کبھی دوسروں سے قرآن سننا بھی سنت ہے۔ نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم حضرت اُبی بن کعب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود سے قرآنِ کریم سنا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق حضرت ابو موسیٰ اشعری سے قرآن سنتے تھے کیونکہ وہ بہت خوش الحان تھے۔ لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ قرآنِ کریم کو یاد رکھیں، اس کی حفاظت کریں اور اسے غور سے سنیں۔ فارسی شعر کا مفہوم ہے کہ تمہارا دل ہر وقت قرآن سننے سے کیوں گھبراتا ہے؟ باطل پرستوں کی طرح اللہ پاک کے کلام سے یہ بے زاری کیسی![5]

آیت سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1) قرآنِ کریم کی آیات اور احادیث کو یاد کرنا اور دوسروں کو یاد دلاتے رہنا چاہئے تاکہ شریعت کے احکام کا علم ہو۔ (2) ہر مسلمان کو اپنے گھر میں قرآنِ کریم کی تلاوت اور حضور کی سنتوں کا ذکر کرتے رہنا چاہئے۔ (3) بعض اوقات دوسروں سے بھی قرآنِ پاک کی آیات سنی چاہئیں۔[6]

مومنوں کی مقدس مائیں اور احادیثِ مبارکہ

حضور کی مقدس ازواج نے حضور کے احوال کو نہایت قریب سے دیکھا، آپ کے عمومی ارشادات اور خصوصاً گھریلو زندگی سے متعلق فرامین کو بڑی توجہ اور اہتمام کے ساتھ سنا، محفوظ کیا اور پھر حضور سے جو کچھ سیکھا، اسے امانت سمجھ کر آگے منتقل کیا، یہاں تک کہ دین کا ایک بڑا حصہ انہی کے ذریعے امت تک پہنچا۔ یوں انہوں نے نہ صرف علمی بلکہ عملی میدان میں بھی امت پر عظیم احسان فرمایا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دین کا علم حاصل کرنا اور اسے آگے پہنچانا صرف مردوں ہی کا نہیں بلکہ خواتین کا بھی اہم فریضہ ہے۔ آج کے دور کی خواتین کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ دین کو سیکھیں، سمجھیں اور اپنی زندگیوں میں نافذ کریں، تاکہ اگر وہ وسیع معاشرتی سطح پر کردار ادا نہ بھی کر سکیں تو کم از کم اپنے گھروں اور خاندانوں کی اصلاح کر کے انہیں صحیح دینی تعلیمات سے آراستہ کر سکیں، کیونکہ ایک صالح گھرانہ ہی ایک صالح معاشرے کی بنیاد ہوتا ہے۔

---

1. تفسیر نور العرفان، ص674
2. تفسیر صراط الجنان، 8/28
3. تفسیر قرطبی، 7/135، جزء:14
4. تفسیر خازن، 3/499
5. تفسیر روح البیان، 7/173
6. تفسیر صراط الجنان، 8/29

Go To Index

نکاح میں تاخیر کے نقصانات

محترمہ بنتِ کریم بخش مدنیہ عطاریہ
شعبہ ٹیچر ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ مجلس جامعۃ المدینہ گرلز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں کوئی ایسا شخص پیغامِ نکاح دے جس کی دین داری اور اس کے اخلاق تم کو پسند ہوں تو اس سے (اپنی بچی یا بہن وغیرہ کا) نکاح کر دو۔ اگر یہ نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور لمبا چوڑا فساد ہو جائے گا۔[1]

شرحِ حدیث

مراد یہ ہے کہ جب مناسب رشتہ مل جائے تو نکاح میں تاخیر نہ کی جائے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: جب تمہاری لڑکی کے لئے دیندار عادات واطوار کا درست لڑکا مل جائے تو محض مال کی ہوس میں اور لکھ پتی کے انتظار میں جوان لڑکی کے نکاح میں دیر نہ کرو، اس لئے کہ اگر مالدار کے انتظار میں لڑکیوں کے نکاح نہ کیے گئے تو ادھر تو لڑکیاں بہت کنواری بیٹھی رہیں گی اور ادھر لڑکے بہت سے بے شادی رہیں گے جس سے زنا پھیلے گا اور زنا کی وجہ سے لڑکی والوں کو عار و ننگ ہو گی، نتیجہ یہ ہو گا کہ خاندان آپس میں لڑیں گے، قتل وغارت ہوں گے، جس کا آج کل ظہور ہونے لگا ہے۔[2]

یاد رہے! نکاح نہ صرف نفسانی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ ہے بلکہ یہ ایک اہم عبادت اور سنتِ انبیا بھی ہے۔ نیز نسلِ انسانی کا باقی رہنا بھی اسی سے وابستہ ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ نکاح کے دینی ودنیاوی کثیر فوائد کے پیشِ نظر پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے قدرت رکھنے کے باوجود نکاح نہ کرنے کو ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا: اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ یعنی نکاح میری سنت ہے تو جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ مجھ سے نہیں۔[3] بلکہ ایک روایت کے مطابق حضور شادی کرنے کا حکم دیا کرتے تھے اور (بلا وجہ) شادی نہ کرنے سے سختی سے منع فرمایا کرتے تھے۔[4]

نکاح کے فوائد: نکاح ایمان کے تحفظ کا ذریعہ ہے، نکاح سے نگاہوں اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے، بدکاری کا دروازہ بند رہتا ہے، نکاح سے سوچ و فکر کو پاکیزگی ملتی ہے، عبادت میں دل لگانے میں مدد ملتی ہے، نکاح حصولِ اولاد کا ذریعہ ہے، ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بروزِ قیامت اپنی اُمّت کی کثرت کے سبب دوسری اُمتوں پر فخر فرمائیں گے، نکاح منظم معاشرے کے استحکام اور پاکیزہ خاندانی نظام کی تشکیل کا ذریعہ ہے، نکاح معاشرے کو فحاشی و بدکاری سے بچا کر امن و سکون فراہم کرتا ہے، نکاح مختلف خاندانوں اور قبیلوں کو آپس میں جوڑتا ہے جس سے امن و امان کی فضا قائم ہوتی اور رشتوں میں محبت و احترام کا احساس پیدا ہوتا ہے، نکاح کے ذریعے مرد و عورت میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ رشتہ انسان کو ذہنی و قلبی سکون فراہم کرتا ہے یوں وہ اپنی مذہبی، اخلاقی، معاشرتی ہر طرح کی ذمہ داری کو بخوبی ادا کرنے پر قادر ہوتا ہے۔

بچے بالغ ہو جائیں تو ان کی شادی کر دیجیے: اسلام میں بچوں اور بچیوں کا مناسب رشتہ ملنے پر جلد شادی کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ چنانچہ فرمانِ مصطفےٰ ہے: جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اُسے چاہیے کہ اُس کا اچھا نام رکھے اور اس کی اچھی تربیت کرے اور

Go To Index

جب وہ بالغ ہو تو اس کی شادی کر دے۔[5]

نکاح میں تاخیر کی وجوہات: موجودہ دور فتنوں خصوصاً سوشل میڈیا کے اثرات کا دور ہے جس نے اخلاقیات کو شدید متاثر کیا ہے، اس لیے فرمانِ مصطفےٰ کے مطابق نکاح میں تاخیر کے بجائے بروقت شادی کی ضرورت ہے، مگر افسوس! معاملہ بالکل الٹ ہے۔ چنانچہ لڑکیوں کی شادی میں تاخیر کی چند عام وجوہات یہ ہیں:

معاشی عدم توازن اور غیر ضروری توقعات: اگرچہ شرعاً نکاح کے لیے لڑکے کا مہر، نفقہ اور رہائش پر قادر ہونا کافی ہے، مگر عملاً لڑکی والوں کی طرف سے مستحکم آمدنی، ذاتی گھر، اعلیٰ معیارِ زندگی جیسی اضافی شرائط لگائی جاتی ہیں، جس کے سبب مناسب رشتے بھی ٹھکرا دیئے جاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ پاک نے نکاح کے ساتھ رزق میں وسعت کا وعدہ فرمایا ہے۔

تعلیم اور کیریئر کی ترجیح: اکثر لڑکیوں کی شادی اس وجہ سے بھی مؤخر کی جاتی ہے کہ وہ پہلے اعلیٰ تعلیم مکمل کریں، کیریئر بنائیں یا مالی طور پر خود مختار ہو جائیں۔ اگرچہ تعلیم اہم ہے، لیکن بعض اوقات یہی ترجیح مناسب وقت نکل جانے کا سبب بن جاتی ہے۔

رسومات، جہیز اور سماجی دباؤ: فی زمانہ شادی کو سادگی کے بجائے ایک نمائشی تقریب بنا دیا گیا ہے۔ بھاری جہیز، مہنگی تقریبات اور غیر ضروری رسمیں لڑکی والوں پر بوجھ ڈالتی ہیں، جس کی وجہ سے وہ شادی میں تاخیر کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ شریعت میں آسان نکاح کو ہی باعثِ برکت قرار دیا گیا ہے۔

معیار (اسٹیٹس) اور غیر حقیقی توقعات: خاندانوں کی طرف سے **اپنے معیار** کا سخت تصور مثلاً مخصوص ذات، معاشی حیثیت، پیشہ یا بیرونِ ملک قیام بھی رکاوٹ بنتا ہے۔ بعض اوقات بہترین دینی و اخلاقی رشتے صرف اس وجہ سے رد کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ ظاہری معیار پر پورے نہیں اترتے۔

والدین کی حد سے زیادہ چھان بین یا تاخیر: بعض گھرانوں میں لڑکی کے لیے رشتہ طے کرنے میں غیر معمولی تاخیر کی جاتی ہے، ہر چھوٹی بات پر انکار کر دیا جاتا ہے، یا **اس سے بہتر** کے انتظار میں وقت گزرتا رہتا ہے، جس سے عمر بڑھتی جاتی ہے۔

سوشل میڈیا اور مثالی زندگی کا تصور: موجودہ دور میں سوشل میڈیا نے شادی کے بارے میں غیر حقیقی توقعات پیدا کر دی ہیں جیسے پرفیکٹ لائف پارٹنر، لگژری لائف اسٹائل جس کی وجہ سے حقیقی اور مناسب رشتے کم تر محسوس ہونے لگتے ہیں۔

خاندانی ذمہ داریاں: کئی لڑکیوں کی شادی اس لیے مؤخر ہو جاتی ہے کہ وہ گھر کے معاملات سنبھال رہی ہوتی ہیں، چھوٹے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال یا والدین کی خدمت ان کے ذمے ہوتی ہے اور والدین بھی اسی وجہ سے جلدی فیصلہ نہیں کرتے۔

دینی ترجیحات کا کمزور ہونا: جب نکاح کو ایک دینی فریضہ کے بجائے محض سماجی معاملہ سمجھ لیا جائے تو اس میں غیر ضروری پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور اصل معیار دین اور اخلاق پسِ پشت چلا جاتا ہے۔

نکاح میں تاخیر کے نقصانات

☆ انسان میں فطری نفسانی خواہش موجود ہے جس کا حلال ذریعہ نکاح ہے، اس میں تاخیر زنا و بدکاری کے خطرات بڑھا دیتی ہے۔ ☆ تاخیر سے مناسب رشتہ مشکل ہو جاتا ہے اور عمر بڑھنے کے ساتھ خوبصورتی و صحت بھی متاثر ہوتی ہے۔ ☆ بڑھتی عمر خصوصاً عورت میں اولاد کی صلاحیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ☆ نکاح میں تاخیر سے عادات و کردار اور احساسِ ذمہ داری بھی متاثر ہوتے ہیں۔ ☆ اس سے خاندانی و معاشرتی نظام میں بھی خلل آتا ہے۔ لہٰذا والدین کی ذمہ داری ہے کہ اولاد کے قابل ہوتے ہی نکاح کر دیں تاکہ وہ گناہوں سے محفوظ رہیں، ورنہ کوتاہی کی صورت میں وبال ان پر بھی آسکتا ہے، جیسا کہ حضور نے تنبیہ فرمائی۔

---

1. ترمذی، 2/344، حدیث: 1086
2. مراٰۃ المناجیح، 5/8 ملتقطاً
3. ابن ماجہ، 2/406، حدیث: 1846
4. مسند امام احمد، 20/63، حدیث: 12613
5. شعب الایمان، 6/401، حدیث: 8666

Go To Index

پیر اور شبِ پیر کی عبادات

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ
شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

پیر کا دن اسلامی اعتبار سے نہایت بابرکت ہے، کیونکہ یہ حضور کی ولادتِ مبارکہ کا دن ہے۔ اس مناسبت سے یہ دن شکر، عبادت اور اطاعتِ رسول کا تقاضا کرتا ہے۔ اس دن فرائض کے ساتھ درود شریف، ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآن، نوافل، استغفار اور صدقہ و خیرات کا اہتمام کرنا چاہیے۔

قربان اے دو شنبہ تجھ پر ہزار جمعے
وہ فضل تو نے پایا صبحِ شبِ ولادت

اس دن کی عظمت اس کی مبارک نسبتوں سے ظاہر ہے: حضرت ادریس علیہ السّلام کو پیر کے دن آسمان پر اٹھایا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السّلام کوہِ طور پر گئے، پہلی وحی کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السّلام اسی دن حاضر ہوئے اور امت کے اعمال بھی پیر کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔ نیز حضور کی ولادت، ہجرت، مدینہ میں تشریف آوری، غزوۂ بدر کی فتح، نزولِ سورۂ مائدہ، حجرِ اسود کی تنصیب اور وصالِ مبارک بھی پیر کے دن ہی ہوا،[1] جس سے اس دن کی خصوصی برکت و فضیلت نمایاں ہوتی ہے۔

پیر شریف کو حضور سے نسبت کی وجہ سے خصوصی شرف حاصل ہے، لہٰذا اس دن کو عبادت اور شکر میں گزارنا چاہیے۔ اگر ممکن ہو تو پیر کا روزہ رکھا جائے، کیونکہ یہ سنت ہے۔ حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بارگاہِ رسالت میں پیر کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو حضور نے فرمایا کہ اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔[2]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر کے دن دنیا کو دو عظیم نعمتیں ملیں: حضور کی تشریف آوری اور نزولِ وحی کی ابتدا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دن روزہ رکھنا باعثِ فضیلت ہے۔ اس حدیث سے یہ اصول بھی واضح ہوتا ہے کہ زمان و مکان کو اہم واقعات کے سبب فضیلت حاصل ہوتی ہے اور حضور کی ولادت اللہ پاک کی عظیم نعمت ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اہم دینی واقعات کی یاد عبادت کے ذریعے منانا سنت سے ثابت ہے، بشرطیکہ اس میں لہو و لعب نہ ہو بلکہ ذکر و عبادت ہو۔ اسی لیے اہلِ سنت کے ہاں میلاد شریف، معراج اور دیگر مبارک ایام کو عبادت کے ساتھ منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ دینی حلقوں میں پیر شریف کے روزے کی ترغیب دی جاتی ہے تاکہ حضور کی ولادت کے شکرانے کا اہتمام کیا جاسکے، جو نہایت بابرکت عمل ہے۔

پیر کے دن کی فضیلت محض ایک تاریخی نسبت تک محدود نہیں بلکہ عبادات اور مغفرت کے اعتبار سے بھی نہایت اہم ہے۔ جیسا کہ ایک روایت کا مفہوم ہے کہ پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر اس شخص کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو شرک سے بچتا ہو، البتہ! دو لوگ محروم رہتے ہیں جن کے دلوں میں باہمی کینہ ہو، جب تک وہ صلح نہ کرلیں۔[3] نیز احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر اور جمعرات کو (اللہ پاک کی بارگاہ میں) بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں،[4] اسی لیے حضور ان دنوں روزہ رکھنا پسند فرماتے

Go To Index

تھے تاکہ آپ کا عمل حالتِ صیام میں پیش ہو۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور پیر اور جمعرات کے روزوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔[5] حضور کا چونکہ یہ معمول تھا کہ آپ ان دنوں کے روزوں کا خاص اہتمام فرماتے، چنانچہ یہ عمل صرف حضور تک محدود نہ رہا بلکہ صحابہ و صحابیات نے بھی اس سنت کو اپنایا، یہاں تک کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ حضور کی پیر اور جمعرات کے روزوں کی پابندی فرمانے والی سنت پر عمل کرتے ہوئے وہ بھی ان روزوں کا اہتمام کرتے تھے یہاں تک کہ بڑھاپے میں بھی انہوں نے اس سنت پر عمل کو نہ چھوڑا۔[6] اسی طرح حضور کی چچی جان بی بی اُمِّ فضل رضی اللہ عنہا کا بھی معمول تھا کہ وہ ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتی تھیں۔[7]

ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ پیر کا دن عبادت، روزہ اور باطنی اصلاح کا خاص موقع ہے۔ اس دن نہ صرف اعمال بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوتے ہیں بلکہ مغفرت کے دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں، اس لیے اس دن روزہ رکھنا، بغض و کینہ سے بچنا اور اپنے اعمال کی اصلاح کرنا انتہائی اہم اور باعثِ سعادت ہے۔

پیر شریف کے نوافل

پیر کے دن سے متعلق چند اعمال پیشِ خدمت ہیں:

پیر کے دن کے نوافل: حدیثِ پاک میں ہے: جو بروز پیر سورج بلند ہوتے وقت دو رکعتیں ادا کرے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، ایک بار آیۃ الکرسی، ایک بار سورۂ اخلاص اور ایک ایک بار مُعَوَّذَتَیْن (سورۂ فلق وناس) پڑھے، پھر سلام پھیر کر دس بار استغفار کرے اور دس بار مجھ پر درودِ پاک پڑھے تو اللہ پاک اس کے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔[8]

پیر کی رات کے نوافل: جو پیر کی رات چار رکعت نماز پڑھے، پہلی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور 10 بار سورۂ اخلاص پڑھے، دوسری رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور 20 بار سورۂ اخلاص پڑھے، تیسری رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور 30 بار سورۂ اخلاص پڑھے، چوتھی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور 40 بار سورۂ اخلاص پڑھے، پھر سلام پھیر کر 75 بار سورۂ اخلاص پڑھے، پھر اپنے اور اپنے والدین کے لئے 75 بار استغفار کرے، پھر اللہ پاک سے اپنی حاجت طلب کرے تو اللہ پاک کے ذمۂ کرم پر ہے کہ اس کی حاجت پوری فرمادے۔[9]

پیر کی رات جو دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، 15 بار سورۂ اخلاص اور 15، 15 بار مُعَوَّذَتَیْن (سورۂ فلق وناس) پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد 15 بار آیۃ الکرسی پڑھے اور 15 بار اللہ پاک سے استغفار کرے تو اس کے لئے عظیم ثواب اور بڑا اجر ہے۔[10]

فرشتے استقبال کریں گے: حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: جو بروز پیر بارہ رکعتیں پڑھے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد 12 بار سورۂ اخلاص پڑھے اور 12 بار استغفار کرے تو بروزِ قیامت پکارا جائے گا: فلاں بن فلاں کہاں ہے؟ وہ کھڑا ہو اور اللہ پاک سے اپنا ثواب لے لے۔ چنانچہ بطورِ ثواب اسے پہلے ہزار حُلّے اور تاج عطا کئے جائیں گے اور کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جا۔ پس ایک لاکھ فرشتے ایک لاکھ تحفوں سے اس کا استقبال کریں گے اور اسے تحفے پیش کریں گے یہاں تک کہ وہ نور سے بنے ہوئے ہزار محلات پر جائے گا جو جگمگا رہے ہوں گے۔[11] اللہ پاک ہمیں پیر سمیت ہر دن اپنی رضا کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاٰمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) معجم کبیر، 12/183، حدیث: 12984 (2) مسلم، ص455، حدیث: 2750
(3) مسلم، ص1065، حدیث: 6544 (4) ابو داود، 2/477، حدیث: 2436
(5) ترمذی، 2/186، حدیث: 745 (6) فضائل الاوقات، ص141، رقم: 334
(7) طبقات ابن سعد، 8/217 (8) احیاء علوم الدین، 1/266 (9) احیاء علوم الدین، 1/268 (10) اتحاف السادۃ، 3/630 (11) قوت القلوب، 1/53

Go To Index

حضور کی اصحابِ اُحد سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 48ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ اختر مدنیہ عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(نواں پنڈ آرائیاں سیالکوٹ)

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت بے مثال تھی، خصوصاً وہ صحابہ جنہوں نے غزوۂ اُحد میں دینِ اسلام کے لئے جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ حضور کا ان سے تعلق محض رفاقت کا نہیں بلکہ گہری محبت، شفقت اور قدر دانی کا تھا۔

اصحابِ احد سے محبت کے مظاہر

غزوۂ اُحد میں کئی جلیل القدر صحابہ شہید ہوئے، جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سرِ فہرست ہیں۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ان کی شہادت پر شدید صدمہ ہوا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم حضرت حمزہ کی شہادت پر بہت غمگین ہوئے اور ان کے لئے دعائے رحمت فرمائی۔[1]

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت کا ایک عظیم مظہر یہ بھی ہے کہ آپ غزوۂ اُحد کے شہدا کی قبور پر تشریف لے جاتے اور ان کے لئے دعا فرماتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور احد کے شہیدوں پر اس طرح نماز پڑھی جیسے میت پر پڑھی جاتی ہے۔[2]

مراد یہ ہے کہ حضور نے ان کے لیے وہ دعا فرمائی جو نمازِ جنازہ میں کی جاتی ہے نہ کہ نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔[3]

اسی طرح نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ اُحد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔[4]

اس فرمان میں در اصل اُس مقام اور وہاں کے شہدا کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے، کیونکہ یہی وہ جگہ ہے جہاں صحابہ کرام نے اپنی جانیں قربان کیں۔

قرآنِ پاک میں شہدا کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌؕ-بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۝ (پ2، البقرۃ:154) ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں۔

یہ آیت اصحابِ اُحد کی شان کو بھی ظاہر کرتی ہے کہ وہ اللہ کے ہاں بلند درجات رکھتے ہیں۔ حضور ان کی قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھتے اور امت کو بھی ان سے محبت کرنے کی تلقین فرماتے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم بھی اصحابِ اُحد کی سیرت سے سبق حاصل کریں، ان کی قربانیوں کو یاد رکھیں اور دینِ اسلام کے لئے اخلاص کے ساتھ کام کریں۔ صحابہ کرام سے محبت در اصل حضور سے محبت کا حصہ ہے۔ اللہ پاک ہمیں سچی محبتِ رسول اور محبتِ صحابہ عطا فرمائے۔ آمین

محترمہ بنتِ محمد افضل عطاریہ
(طالبہ: دورۂ حدیث، کنگ سہالی گجرات)

اللہ پاک نے اپنے محبوب، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ اپنے صحابہ

کرام سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ صحابہ کرام وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جانیں، مال اور آرام سب کچھ قربان کر دیا۔ خصوصاً غزوۂ اُحد میں شہید ہونے والے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت کے دل سوز اور ایمان افروز مناظر تاریخِ اسلام میں محفوظ ہیں۔

اللہ پاک قرآنِ پاک میں صحابہ کرام کے عظیم مقام کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (پ26، الفتح:29) ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت، آپس میں نرم دل ہیں۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے: وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ (پ11، التوبۃ:100) ترجمہ: اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقینِ اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں۔

غزوۂ اُحد میں صحابہ کرام نے اسلام کی سربلندی کے لیے عظیم قربانیاں پیش کیں اور تقریباً ستر صحابہ کرام شہید ہوئے۔ جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ کو شدید رنج ہوا۔ روایت میں آتا ہے کہ حضور نے فرمایا: حمزہ کے لیے کوئی رونے والی نہیں۔ یہ سن کر انصار کی خواتین حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں اور ان کے لیے گریہ کیا۔[5]

اسی طرح نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور ان کے لیے دعا فرماتے تھے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ شہدائے احد کی قبر پر تشریف لے گئے، دعا فرمائی، پھر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: میں تمہارے آگے جاؤں گا اور (قیامت کے دن) تمہارے حق میں گواہی دوں گا۔[6]

محمد بن ابراہیم تیمی فرماتے ہیں: نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سال میں ایک بار شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے جاتے اور فرماتے: تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔[7]

یقیناً یہ عمل شہدائے احد سے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت کا واضح ثبوت ہے کہ حضور نہ صرف ان کو ہمیشہ یاد رکھتے بلکہ ان کی قبروں پر تشریف لے جا کر ان کے لیے دعائے رحمت و مغفرت بھی فرماتے۔

نیز نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اُحد کے مقام سے بھی خاص محبت تھی کیونکہ یہ وہ جگہ تھی جہاں آپ کے جانثار صحابہ نے اسلام کے لیے اپنی جانیں قربان کیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: یہ احد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔[8]

ان واقعات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنے صحابہ کرام خصوصاً شہدائے اُحد سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ صحابہ کرام نے بھی حضور کی محبت میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ ہمیں بھی چاہئے کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت سے محبت، وفاداری اور دین کے لیے قربانی کا سبق حاصل کریں۔ اللہ پاک ہمیں صحابہ کرام کی سچی محبت عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

---

1. معجم کبیر، 3/143، حدیث:2937 مفہوماً
2. بخاری، 1/452، حدیث:1344
3. ارشاد الساری، 3/484، تحت الحدیث:1344
4. بخاری، 3/150، حدیث:4422
5. ابن ماجہ، 2/263، حدیث:1591
6. بخاری، 1/452، حدیث:1344 ملخصاً
7. مصنف عبد الرزاق، 3/381، حدیث:1828
8. بخاری، 3/150، حدیث:4422

Go To Index

حضرت شمویل علیہ السلام کے معجزات وعجائبات

حضرت شمویل علیہ السلام کی بعثت ایک ایسے مبارک دور میں ہوئی جو دو عظیم انبیائے کرام؛ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان واقع ہے۔ مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ اس طویل عرصے میں ہزاروں انبیائے کرام تشریف لائے، جو سب کے سب شریعتِ موسوی کے مطابق لوگوں کی راہ نمائی کرتے اور تورات کے احکام کی تبلیغ فرماتے رہے، یہاں تک کہ اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نئی شریعت عطا فرما کر مبعوث فرمایا۔[1] انہی جلیل القدر انبیائے کرام میں حضرت شمویل علیہ السلام بھی ہیں، جن کی بعثت ترتیبِ زمانی کے لحاظ سے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے بعد اور حضرت داود علیہ السلام سے پہلے ہوئی۔ یوں آپ کا زمانہ ہدایت کے اس نورانی تسلسل کا ایک اہم باب ہے، جس نے بنی اسرائیل کی دینی و روحانی راہ نمائی میں نمایاں کردار ادا کیا۔

آپ کا نام شَمْوِیل ہے جو کہ اصل میں اشمویل تھا، کثرتِ استعمال کی وجہ سے شمویل رہ گیا۔ عبرانی زبان میں اس کا معنی وہی ہے جو اسماعیل کا ہے، یعنی اے خدا میری سن لے![2] عبرانی زبان میں اشمو کا معنی **سن** اور ایل کا معنی **اللہ** ہے۔ آپ کی ولادت سے پہلے آپ کی والدہ دعا کرتی تھیں: اشمویل یعنی اے اللہ سن لے! تو جب آپ کی پیدائش ہوئی تو آپ کا یہی نام رکھ دیا گیا۔[3]

بنی اسرائیل کی عملی بدحالی اور ان پر قومِ عمالقہ کا تسلط

بنی اسرائیل میں مدتوں سے ایک منظم نظام رائج تھا جس کے تحت دو الگ مگر باہم مربوط ذمہ داریاں قائم تھیں: ایک طرف بادشاہ ہوتا جو ملک کے انتظام اور سیاسی امور سنبھالتا اور دوسری طرف نبی ہوتا جو دینی معاملات اور شریعت کی راہ نمائی فرماتا۔ بادشاہت کا منصب حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یہودا کی نسل کے ساتھ خاص رہا، جن میں حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام جیسے جلیل القدر بادشاہ گزرے۔ جبکہ نبوت کا سلسلہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دوسرے بیٹے لاوی کی اولاد میں جاری رہا، جن میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام جیسی عظیم المرتبت ہستیاں تشریف لائیں۔[4]

حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع علیہما السلام کے بعد جب بنی اسرائیل کی دینی و اخلاقی حالت بگڑنے لگی تو ان میں اعتقادی و عملی فساد عام ہو گیا۔ وہ توحید کی خالص تعلیم کو فراموش کر بیٹھے، دین سے انحراف اختیار کیا اور اپنی طرف سے طرح طرح کی بدعتیں ایجاد کر لیں۔ نتیجتاً وہ شرک و بت پرستی جیسے سنگین گناہوں میں مبتلا ہو گئے۔ اس سرکشی اور نافرمانی کے سبب اللہ پاک نے ان پر اپنی ناراضی کا اظہار فرمایا اور ان میں نبوت کا سلسلہ موقوف کر کے ان کے دشمن جالوت اور اس کی قوم عمالقہ کو ان پر مسلط کر دیا، جو مصر اور فلسطین کے درمیان کے علاقوں میں آباد تھے۔

جالوت اور اس کی قوم نے بنی اسرائیل کے کئی شہر فتح کر لیے، ان کے معزز افراد کو قتل کیا، بہت سوں کو قیدی بنا لیا اور ان پر جزیہ بھی عائد کر دیا۔ مزید یہ کہ جب بنی اسرائیل میدانِ تیہ سے نکلے تو تابوتِ سکینہ ان کے پاس تھا، جسے جالوت نے ان سے چھین لیا تھا۔ یہ تمام مصیبتیں در اصل ان کی نافرمانیوں اور گناہوں کا نتیجہ تھیں۔ اللہ پاک کا یہی دستور ہے کہ جب کوئی

قوم اعتقادی و عملی طور پر بگڑ جاتی ہے تو اس پر ظالم قوموں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ایسے واقعات محض تاریخ بیان کرنے کے لیے نہیں بلکہ عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لیے ذکر کیے جاتے ہیں۔[5]

حضرت شمویل کی ولادت و پرورش اور بعثت

قوم عمالقہ کے ظلم و ستم کے اس دور میں ان کے درمیان کوئی نبی یا بادشاہ موجود نہ تھا، جو انہیں اس بھنور سے نکالنے کی تدبیر کرتا۔ خاندانِ نبوت کے سب لوگ وفات پا چکے تھے صرف ایک عورت حاملہ تھی، جس کی دعا کا ذکر پیچھے گزرا، اس کے یہاں حضرت شمویل کی ولادت ہوئی۔ جب آپ بڑے ہوئے تو توریت کا علم سیکھنے کے لیے آپ کو بیت المقدس میں ایک بزرگ عالم کے سپرد کر دیا گیا، یہ نیک بزرگ آپ پر بہت مہربان تھے اور آپ پر بڑی شفقت کرتے تھے۔ ایک رات آپ انہی بزرگ کے پاس آرام فرما رہے تھے کہ جبریلِ امین علیہ السلام نے آپ کو ان بزرگ کی آواز میں "یا شمویل" کہہ کر پکارا، آپ عالم صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ کیا آپ نے مجھے آواز دی ہے؟ انہوں نے یہ سوچ کر کہ انکار کرنے سے کہیں ڈر نہ جائیں! یہ کہہ دیا: تم سو جاؤ! آپ سوئے تو پھر دوبارہ جبریلِ امین نے ویسی ہی آواز دی، آپ نے آکر بزرگ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اب اگر میں آواز دوں تو تم کوئی جواب نہ دینا! تیسری مرتبہ حضرت جبریل ظاہر ہو گئے اور بشارت دی کہ اللہ پاک نے آپ کو نبوت کا منصب عطا فرما دیا ہے، لہٰذا اپنی قوم کے پاس جا کر ان تک رب کے احکام پہنچائیں۔[6]

اعلانِ نبوت اور قوم کا مطالبہ

پیچھے گزر چکا ہے کہ بنی اسرائیل میں نبوت لاوی بن یعقوب کی نسل سے جاری تھی اور بادشاہت یہودا بن یعقوب کی نسل سے چلی آ رہی تھی، بنی اسرائیل کی بد عملیوں کی وجہ سے یہ سلسلہ رک گیا تھا، گو کہ حضرت شمویل علیہ السلام کے منصبِ نبوت پر فائز ہونے کے بعد نبی کی کمی پوری ہو گئی تھی، تاہم بادشاہت کا منصب خالی تھا، لہٰذا حضرت شمویل نے جب قوم کے سامنے اپنی نبوت کا اظہار فرمایا تو انہوں نے ماننے کے لیے یہ شرط رکھی کہ اگر آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں جس کی قیادت میں ہم قومِ عمالقہ سے جہاد کریں، حضرت شمویل نے فرمایا: دیکھ لو! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جہاد کرنے سے انکار کر دو؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکالا گیا ہے، ہماری اولا کو قیدی بنایا گیا ہے، پھر ہم کیوں نہ جہاد کریں گے! ہم ضرور اللہ پاک کی راہ میں لڑیں گے۔ پھر جب حضرت شمویل علیہ السلام کی درخواست پر ان پر بادشاہ مقرر کر دیا گیا اور جہاد کا حکم دیا گیا تو وہی ہوا جس کا اندیشہ اللہ پاک کے نبی نے ظاہر فرمایا تھا، چنانچہ بنی اسرائیل کی بہت معمولی تعداد جہاد کے لیے تیار ہوئی جبکہ بقیہ نے منہ موڑ لیا۔

حضرت شمویل کی درخواست پر بنی اسرائیل کے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا گیا تھا، اس کا انتخاب یوں ہوا کہ حضرت شمویل کو ایک عصا دیا گیا اور بتایا گیا کہ جس کا قد اس عصا کے برابر ہو وہی تمہاری قوم کا بادشاہ ہو گا۔ لوگوں کی پیمائش کی گئی تو طالوت کا قد اس کے برابر نکلا، حضرت شمویل نے فرمایا کہ میں اللہ پاک کے حکم کے مطابق طالوت کو تم پر بادشاہ مقرر کرتا ہوں۔ چونکہ اس سے قبل بادشاہت یہودا بن یعقوب کی اولاد سے چلتی تھی اور طالوت اس خاندان سے نہیں تھے، لہٰذا قوم کے سرداروں نے کہا کہ یہ تو اس خاندان سے نہیں نیز یہ ایک غریب آدمی ہے اس سے زیادہ تو ہم بادشاہت کے حق دار ہیں!

(باقی اگلی قسط میں)

---

1. تفسیر خازن، 1/68 ملخصاً- تفسیر نعیمی، 1/466 ملخصاً
2. تفسیر کبیر، 2/502 مفہوماً
3. البدایہ والنہایہ، 1/450 ماخوذاً- تذکرۃ الانبیاء، ص431
4. تفسیر کبیر، 2/504- عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص59 ملخصاً
5. تفسیر خازن، 1/186 ملخصاً- سیرت الانبیاء، ص660 ملخصاً
6. تفسیر خازن، 1/186

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

آپ کا اصلی نام صفیہ ہے۔ ایک قول کے مطابق قید سے پہلے آپ کا نام زینب تھا، لیکن جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و اٰلہٖ وسلم نے انہیں اپنے لئے منتخب فرمالیا تو انہیں صفیہ کہا جانے لگا۔ کیونکہ مالِ غنیمت کا وہ حصّہ جو سردار کے لئے مخصوص ہو، صفیہ کہلاتا ہے۔[1] آپ کے والد کا نام حُیَیْ اور والِدہ ضَرَّہ بنتِ سَموَال ہے۔ آپ بنی اسرائیل میں سے حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔[2] آپ کا نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جاکر حضور کے نسب سے مل جاتا ہے۔ آپ حضور کے اعلانِ نبوت کے تقریباً دو سال بعد پیدا ہوئیں۔[3] آپ کے ماموں جان حضرت رِفاعہ بن سموال قرظی بھی ایمان لاکر شرفِ صحابیت سے مُشَرَّف ہوئے۔[4]

حضور نے سیدہ صفیہ کی آنکھ کے پاس سبز نشان دیکھ کر سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کی: میں ابنِ ابی حقیق (اپنے پہلے شوہر) کی گود میں سر رکھے سو رہی تھی کہ خواب میں چاند کو اپنی گود میں گرتے دیکھا۔ جب اسے بتایا تو اس نے مجھے تھپڑ مارا اور بولا کہ کیا تو یثرب کے بادشاہ (حضور) کی تمنا کر رہی ہے؟[5]

بارگاہِ رسالت میں انتخاب: سیدہ صفیہ محرم 7 ہجری میں غزوۂ خیبر میں قید ہو کر آئیں، پہلے آپ کنانہ ابنِ ابی حقیق کے نکاح میں تھیں جو غزوۂ خیبر میں مارا گیا تھا، جب آپ مسلمان ہو گئیں تو حضور نے آپ کو آزاد فرما کر نکاح کیا تاکہ سردارِ یہود کی بیٹی حضرت ہارون علیہ السلام نبی کی اولاد نبی ہی کے نکاح میں رہیں۔[6]

طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ جب سیدہ صفیہ کی عدت مکمل ہوئی تو بی بی اُمِّ سلیم نے ان کے بال سنوارے اور عطر لگایا، پھر رات کے وقت دلہن بنا کر حضور کی بارگاہ میں پیش کیا۔ سیدہ اُمِّ سنان اسلمیہ بیان کرتی ہیں کہ میں بھی دیگر خواتین کے ساتھ موجود تھی؛ ہم نے ان کے بال سنوارے اور انہیں معطر کیا، وہ نو عمر اور نہایت حسین دکھائی دیتی تھیں۔ میں نے اس رات جیسی خوشبو کبھی محسوس نہ کی۔ اسی دوران اچانک اعلان ہوا کہ حضور اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لا رہے ہیں، جبکہ ہم ابھی ان کے چہرے کے غیر ضروری بال صاف ہی کر رہی تھیں اور ایک بڑے درخت کے سائے تلے تھے۔ پھر حضور سیدہ صفیہ کی جانب بڑھے تو وہ ہماری ہدایت کے مطابق استقبال کے لیے کھڑی ہو گئیں۔ اس کے بعد ہم وہاں سے ہٹ گئے اور حضور نے وہیں ان کے ساتھ رات بسر فرمائی۔[7]

یہ بھی منقول ہے کہ جب حضرت دحیہ کلبی نے سیدہ صفیہ کو منتخب کیا تو بعض صحابہ کرام کے دل میں خیال آیا کہ اس قدر شرف و فضیلت والی خاتون حضور ہی کے شایانِ شان ہیں، کیونکہ آپ تمام اوصافِ کمال میں سب سے کامل ہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے بنی قریظہ اور بنی نضیر کی رئیسہ صفیہ بنتِ حیی حضرت دحیہ کلبی کو عطا فرما دی، حالانکہ وہ آپ کے سوا کسی کے لائق نہیں۔ اس پر حضور نے حضرت دحیہ کو اختیار دیا کہ عام باندیوں میں سے کسی اور کو لے لیں، کیونکہ انہوں نے حسب و نسب اور حسن کے اعتبار سے سب سے نفیس باندی منتخب کر لی تھی۔ نیز بعض حکمتوں کے تحت یہ مناسب نہ تھا کہ وہ پورے لشکر میں ممتاز ہو جائیں، جبکہ ان سے افضل صحابہ بھی موجود تھے۔ لہٰذا حضور نے فرمایا: دحیہ کو

صفیہ کے ساتھ بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا: صفیہ کے علاوہ کسی اور باندی کو منتخب کر لو۔[8] یہ حضور کی کریمانہ شان ہے کہ کسی کو محروم نہیں فرماتے؛ اگر کسی حکمت سے کچھ واپس بھی لیں تو بہترین بدل عطا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت دحیہ کلبی سے صفیہ بنتِ حیی کو طلب فرمایا تو دل جوئی کے لیے انہیں نو افراد عطا فرمائے۔[9]

سیدہ صفیہ فرماتی ہیں کہ ابتدا میں مجھے حضور سے سخت عداوت تھی، کیونکہ آپ کی وجہ سے میرے شوہر، والد اور بھائی قتل ہوئے تھے مگر جب حضور نے مجھے حقائق و وجوہات بیان فرمائیں تو میرے دل سے بغض جاتا رہا۔[10] پھر جب میں اُٹھی تو مجھے حضور سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا۔[11] ایک مرتبہ حضور ان کے پاس تشریف لائے تو وہ جس چیز پر بیٹھی تھیں اسے ہٹا کر حضور کے لیے بچھا دیا۔ پھر حضور نے انہیں اختیار دیا کہ آزاد ہو کر اپنے گھر چلی جائیں یا اسلام قبول کر کے آپ کی زوجیت میں آجائیں۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا: اَخْتَارُ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ یعنی میں اللہ و رسول کو اختیار کرتی ہوں۔[12]

نکاح، مہر اور ولیمہ: پھر حضور نے حضرت صفیہ کو آزاد فرما کر ان سے نکاح فرما لیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔[13] یعنی بجز آزادی کے اور کوئی مہر انہیں نہ دیا، یہ یا تو حضور کی خصوصیات سے ہے کہ آپ پر ازواج کا نہ مہر واجب ہے نہ باری مقرر کرنا لازم۔ یا یہ مطلب ہے کہ مہرِ مُعَجَّل یعنی نکاح کا چڑھاوا کچھ نہ دیا یا یہ مطلب ہے کہ نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ فرمایا بعد میں مہرِ مثل دیا جیسا کہ اب بھی یہ ہی حکم ہے ورنہ عورت کا آزاد کرنا مہر نہیں بن سکتا مہر مال ہونا چاہیے۔ لہٰذا یہ حدیث نہ تو قرآنِ کریم کے خلاف ہے نہ مذہبِ آئمہ کے خلاف۔[14]

نکاح کے وقت سیدہ صفیہ کی عمر 17 سال تھی۔[15] خیبر سے واپسی پر مقامِ صہبا میں آپ کی رسمِ عروسی ادا کی گئی۔[16] ابتدا میں صحابہ کرام پر یہ واضح نہ تھا کہ حضرت صفیہ حضور کی زَوجِیَّت میں ہیں یا کنیز۔ لہٰذا انہوں نے پردے کو معیار بنایا کہ اگر حضور نے پردہ کرایا تو یہ زَوجِیَّت میں ہیں اور اگر نہ کرایا تو کنیز ہیں۔ جب قافلہ چلا تو حضور نے اپنے پیچھے حضرت صَفِیّہ کی جگہ بنائی اور ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ لٹکا دیا، یوں زوجیت واضح ہو گئی۔[17]

آپ کا ولیمہ انتہائی سادہ و بابرکت تھا جس میں روٹی اور گوشت کے بجائے کھجور، پنیر اور گھی رکھا گیا۔ ایک روایت میں حریسہ سے ولیمہ کرنے کا ذکر ہے۔[18] اہلِ عرب کھجور و مکھن چھوہارے اور گھی ملا کر کھاتے ہیں اسے حیس کہا جاتا ہے آج کل اسے حریسہ بھی کہا جاتا ہے۔ حریسہ بہت سی قسم کا ہوتا ہے۔ مختلف طریقوں اور مختلف چیزوں سے بنایا جاتا ہے۔[19] ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نے بی بی صفیہ کا ستو اور چھواروں سے ولیمہ کیا۔[20] یعنی اس ولیمہ میں ستو اور چھوارے ملا کر کھلائے یا ستو علیحدہ اور چھوارے علیحدہ، لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور نے اس ولیمہ میں حیس دیا کہ ستو اور چھوارے ملا کر بھی حیس بنایا جاتا ہے یا ستو علیحدہ دیئے اور حیس علیحدہ۔[21] ایک روایت میں حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ جب سیدہ صفیہ حضور کے خیمے میں آئیں تو کچھ لوگ جن کے ساتھ میں بھی تھا، وہاں پہنچے تاکہ کچھ حصہ ملے۔ حضور باہر تشریف لائے اور فرمایا: اپنی ماں کے خیمے سے اٹھ جاؤ۔ پھر شام کو ہم دوبارہ حاضر ہوئے تو حضور چادر میں عجوہ کھجوریں لائے اور فرمایا: اپنی ماں کے ولیمے میں سے کھاؤ۔[22]

(باقی اگلی قسط میں)

---

(1) ریختہ ڈکشنری، فیضان امہات المومنین، ص308 (2) مواہب لدنیہ، 1/412 (3) فیضان امہات المومنین، ص308 (4) اسد الغابہ، 2/271، رقم: 1690 (5) مواہب لدنیہ، 1/413 (6) مراۃ المناجیح، 5/73 (7) طبقات ابن سعد، 8/96 (8) شرح زرقانی علی المواہب، 4/429 (9) سیرۃ حلبیہ، 3/64 (10) ابن حبان، 7/317، حدیث: 5176 (11) مسند ابی یعلی، 6/156، حدیث: 7078 (12) صفۃ الصفوۃ، 2/36 (13) بخاری، 3/453، حدیث: 5169 (14) مراۃ المناجیح، 5/73 ملتقطاً (15) شرح زرقانی علی المواہب، 3/270 (16) طبقات ابن سعد، 8/96 ملخصاً (17) بخاری، 3/86، حدیث: 4213 (18) بخاری، 3/453، حدیث: 5169 (19) مراۃ المناجیح، 5/73 (20) ترمذی، 2/349، حدیث: 1097 (21) مراۃ المناجیح، 5/77 (22) مسند امام احمد، 22/435، حدیث: 14576

Go To Index

دنیا یا آخرت؟ ترجیح کس کو؟

محترمہ اُمِّ سلمہ مدنیہ عطاریہ ملیر کراچی

حضرت آسیہ بنتِ مزاحم رضی اللہ عنہا فرعون کی بیوی تھیں۔ جب ان کے ایمان لانے کی خبر فرعون کو ہوئی تو اس نے انہیں سخت سزا دی، ہاتھ پاؤں چار میخوں سے باندھ دیا، سینے پر بھاری چکی رکھ کر دھوپ میں ڈال دیا۔ جب اذیتیں بڑھیں تو انہوں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دے۔ اللہ پاک نے ان کا جنتی مکان انہیں دکھا دیا، جس کی خوشی میں فرعون کی سختیاں آسان ہو گئیں۔ پھر انہوں نے دعا کی کہ مجھے فرعون اور اس کے کفر و ظلم سے نجات دے اور ظالم لوگوں سے بھی بچا۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اور اللہ پاک نے ان کی روح قبض فرما لی۔[1]

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے سخت ترین حالات میں بھی رضائے الٰہی کے لیے دنیاوی تکالیف برداشت کیں، مگر اللہ پاک کی نافرمانی گوارا نہ کی۔ اس کے برعکس ہمارا حال یہ ہے کہ معمولی رکاوٹوں کے سبب عبادات متاثر ہو جاتی ہیں؛ کبھی گھر کے کام، کبھی مہمانوں کی وجہ سے نماز قضا ہو جاتی ہے تو کبھی پردے میں سستی آ جاتی ہے۔ کبھی سہیلیوں یا رشتہ داروں کے ساتھ غیبت، عیب جوئی اور مذاق جیسی باتوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور کبھی والدین، شوہر یا دیگر لوگوں کی خوشنودی کی خاطر غیر شرعی کام کر بیٹھتی ہیں۔ نتیجتاً ہم مخلوق کو راضی کرنے میں لگ کر خالق کی ناراضی مول لے لیتی ہیں اور اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے قربان کر دیتی ہیں۔ حالانکہ یہ بڑی نادانی ہے۔ کیونکہ ایک روایت کے مطابق قیامت کے دن سب سے بدترین درجہ اس کا ہو گا جو دوسروں کی دنیا کے لیے اپنی آخرت برباد کرے،[2] اور سب سے زیادہ شرمندگی اسے ہو گی جس نے اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے فروخت کر دیا۔[3]

یہ طرزِ عمل جہاں آخرت کے اعتبار سے نقصان دہ ہے وہیں دنیا میں بھی اکثر مایوسی ہی دیتا ہے۔ اتنی قربانیوں کے باوجود گھر والوں اور رشتہ داروں کی شکایات ختم نہیں ہوتیں؛ والدین نکمی اولاد کہہ دیتے ہیں، شوہر شکوہ کرتا ہے کہ تم کرتی ہی کیا ہو! نیز بچوں کو بھی گلہ رہتا ہے۔ یوں ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہماری کوئی قدر نہیں، حالانکہ جب ہم خود اپنی آخرت قربان کر کے اپنی قدر نہیں کرتیں تو دوسروں سے قدر کی توقع کیسے ہو! قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﶚ وَ اَحْسِنُوْا ﶚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۝۱۹۵ (پ2، البقرۃ: 195) ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بیشک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ لوگوں کی خوشنودی کے لیے اللہ پاک کی نافرمانی سے بچیں اور اس کی اطاعت کو مقدم رکھیں۔ یقیناً اس نے بندوں کے حقوق مقرر فرمائے ہیں، مگر اصول یہی ہے کہ جہاں خالق کی نافرمانی ہو وہاں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ اللہ پاک کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں، اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔[4]

یقین کیجئے کہ جب ہم احکاماتِ الٰہی کے مطابق زندگی گزاریں گی تو ہماری دنیا خود بخود سنور جائے گی۔ جب آخرت کی فکر غالب ہو گی تو دنیاوی پریشانیاں بھی ہلکی محسوس ہوں گی اور وہ رب کہ جس کے قبضے میں سب کے دل ہیں ہمارے کے لیے کافی ہو گا۔ اللہ پاک ہمیں راہِ ہدایت پر استقامت نصیب فرمائے۔

آمین بجاہِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تفسیر خازن، 4/288، جلالین، ص466 2 ابن ماجہ، 4/339، حدیث: 3966
3 تاریخ کبیر، 5/388، حدیث: 7998/1927 4 مسلم، ص789، حدیث: 4765

Go To Index

شرحِ قصیدۂ معراجیہ (قسط 13)

محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

52

کسے ملے گھاٹ کا کنارہ کدھر سے گزرا کہاں اُتارا
بھرا جو مثلِ نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **گھاٹ:** دریا کی وہ جگہ جہاں پانی کم ہوتا ہے اور وہاں جانور پانی پیتے ہیں۔ **طرارا:** چھلانگ لگانا۔

مفہومِ شعر: بحرِ وحدت کے گھاٹ کا کنارہ ملنا کس کے لیے ممکن تھا؟ کوئی کیا بتائے کہ توفیقِ الٰہی کی کشتی حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو کہاں سے لے کر گزری اور پھر جس جگہ اتارا وہاں حضور ایسے غوطہ زن ہوئے کہ آپ دوسرے کو کیا نظر آتے خود اپنی ہی نظروں سے او جھل ہو گئے۔

شرح: فنا کے جس سمندر میں حضور غوطہ زن ہوئے تھے اس تک رسائی کسی کے لیے ممکن نہ تھی، وہاں حضور ذاتِ باری کے جلووں میں ایسے گم ہوئے کہ خود اپنی خبر نہ رہی۔ کیونکہ معراج کی رات حضور کو سب سے بڑا جو اعزاز و انعام عطا کیا گیا وہ اللہ پاک کا دیدار تھا۔

حضور نے سر کی آنکھوں سے ربِّ کریم کا دیدار کیا۔ وہاں نہ پردہ تھا نہ کوئی حجاب، زمانہ تھا نہ کوئی مکان، فرشتہ تھا نہ کوئی اِنسان، نیز بے واسطہ کلام کا شرف بھی حاصل کیا۔ یہ وہ انعام ہے جو کسی بھی نبی یا رسول کو حاصل نہیں ہوا۔

53

اُٹھے جو قصرِ دنٰی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **قصرِ دنٰی:** قرب کا محل۔ **دوئی:** دو ذاتوں کا جمع ہونا۔

مفہومِ شعر: دنا کے محل سے جب پردے اٹھائے گئے تو آپ اندر تشریف لے گئے اور اندر کی خبر کون دے سکتا ہے وہاں تو دو کی گنجائش ہی نہیں ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں حضور بھی نہیں تھے ارے وہاں آپ ہی تو تھے، آپ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

شرح: حضور کے لیے جب دنا کے محل سے پردے اٹھائے گئے جس کے بارے میں رب کا ارشاد ہے: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰىۙ(۸) (پ27، النجم: 8) ترجمہ: پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہو گیا۔

ترمذی شریف کی حدیثِ پاک ہے: میں نے اللہ پاک کا دیدار کیا تو اللہ پاک نے اپنا دستِ قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا، میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پس میرے لئے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔[(1)] چنانچہ،

اس منظر کی خبر کون دے سکتا ہے؟ وہاں تو کسی اور کی گنجائش ہی نہیں تھی، کیونکہ وہ تو صرف مقامِ وحدت ہے اور ایسا بھی نہیں کہ حضور بھی وہاں نہیں تھے، بلکہ آپ ہی تو تھے اور آپ کا ہونا وحدت کے منافی نہیں تھا، اس لئے کہ جس طرح ایک قطرہ سمندر میں شامل ہو کر اپنے وجود کو کھو دیتا ہے، اسی طرح حضور بھی فنا میں جا کر بقا پا گئے۔

اعلیٰ حضرت حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مقامِ وحدت میں یوں گم یعنی فنا ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں نے کہا کہ جلوۂ اصل میں کس طرح گمیں
صبح نے نورِ مہر میں مٹ کے دکھا دیا کہ یوں

یعنی جس طرح سورج نکلتا ہے تو صبح کی روشنی سورج کی روشنی

Go To Index

میں ضم ہو جاتی ہے، اسی طرح نورِ مصطفےٰ بھی نورِ خدا سے مل گیا۔

الغرض اس شعر میں دوئی کی نفی اللہ و رسول کے علاوہ کی نفی ہے، یعنی رب سے ملاقات کے وقت آپ کے علاوہ کسی دوسرے کی وہاں جگہ نہیں تھی، کوئی نبی یا فرشتہ وہاں نہیں تھا، جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: میرے لیے خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی مقرب فرشتے یا مرسل نبی کی گنجائش نہیں۔[2]

54

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ و گل کا فرق اُٹھایا
گرہ میں کلیوں کی باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **غنچہ:** کلی۔ **گُل:** پھول۔ **گرہ:** بندش۔ **تکمے:** گریبان کا حلقہ۔

مفہومِ شعر: وہ باغ کچھ ایسا پھلا پھولا کہ کلی اور پھول کا فرق ہی ختم ہو گیا، کلیوں کے دامن میں بھی پھول کھلنے لگے، گویا کہ ان کے گریبان کے بٹن کی جگہ بھی پھول سجے ہوئے تھے۔

شرح: گلشنِ وحدت میں کچھ ایسے منظر رونما ہوئے کہ غنچہ و گل کا فرق ہی ختم ہو گیا، دونوں ایک ہو گئے، کلیاں بھی چٹک کر پھول بن گئیں۔

اس کا مطلب دو کا ایک ہو جانا نہیں بلکہ ایک جیسا ظاہراً دکھائی دینا ہے، جیسے بندے اور رب کی بعض صفات لفظی اعتبار سے ایک جیسی ہیں مثلاً: سمیع و بصیر، مومن و غنی، بندہ بھی ہے اور اللہ بھی، مگر اس کے باوجود قدیم و حادث، مستقل و غیر مستقل، ذاتی و عطائی کا فرق بر قرار ہے۔

کلیاں ہمیشہ باغ کے اندر پھولتی ہیں، لیکن یہ ایسی کلیاں تھیں کہ جن کے اندر باغ بسے ہوئے تھے، کلیوں کے دامن میں بھی پھول کھلنے لگے اور گریبان کے بٹن کی طرح ان کلیوں سے متصل مزید پھول کھلے تھے۔

55

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **محیط:** دائرہ۔ **مرکز:** درمیانی نقطہ۔ **فاصل:** جدا کرنے والا۔ **واصل:** ملانے والا۔

مفہومِ شعر: دائرہ و مرکز میں فرق مشکل ہو گیا تھا جدائی اور وصال کی تمام لکیریں آپس میں مل گئیں، کمانیں حیرت سے سر جھکائے کھڑی تھیں اور دائرۂ کائنات عجیب چکر میں تھا۔

شرح: یہاں ہو سکتا ہے مرکز سے مراد اللہ پاک کی ذات اور محیط سے مراد حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ذات ہو کہ حضور معراج کی رات فنائیت کے اس مقام تک پہنچے کہ محیط و مرکز میں فرق کرنا مشکل ہو گیا یا اس سے مراد دائرۂ کائنات ہے کہ سفرِ معراج اتنی تیزی سے طے ہوا کہ کمانیں یعنی مشرق و مغرب بھی سر جھکا کر کھڑے ہیں کہ عجیب چکر کے دائرے ہیں جو سمجھ سے باہر ہیں۔

56

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **حجاب:** پردہ۔ **فرقت:** جدائی۔

مفہومِ شعر: ایک ایک حجاب کے اندر لاکھوں پردے اور ہر پردے میں لاکھوں جلوے نمایاں تھے، ملاقات کا منظر بھی عجیب تھا! ایسا لگ رہا تھا کہ وصل و جدائی کا ملن ہو رہا ہو۔

شرح: جب تجلی کے حجابات اٹھے تو بظاہر یوں لگ رہا تھا کہ ایک ہی حجاب ہے مگر اس ایک حجاب کے اندر لاکھوں پردے تھے اور ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے تھے۔

وصل کہتے ہیں ملنے کو اور فرقت دور ہونے کو، یہ دونوں ضدیں ہیں اور جو چیزیں ضد ہوتی ہیں وہ کبھی ملتی نہیں ہیں، مگر ملنا اور جدا ہونا جو اپنی پیدائش سے الگ الگ تھے یہاں آ کر گلے مل گئے۔

---

1 ترمذی، 5/160، حدیث: 3246 ملتقطاً

2 کشف الخفاء، 2/156، حدیث: 2157

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 41)

الحمدُ لله! ہم مسلمان ہیں اور اللہ پاک نے ہمیں ایمان جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اسلام نہ صرف عبادات کا دین ہے بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسان کو ظاہری و باطنی پاکیزگی کی تعلیم دیتا ہے۔ دینِ اسلام میں ایک مسلمان کی عزت و حرمت کو بہت بلند مقام حاصل ہے، یہاں تک کہ کسی مسلمان کی دل آزاری کو بھی سخت ناپسند فرمایا گیا ہے۔ ایک مہذب اسلامی معاشرہ اسی وقت وجود میں آتا ہے جب اس کے افراد ایک دوسرے کی عزت کا خیال رکھیں، عیبوں پر پردہ ڈالیں اور خیر خواہی کا جذبہ اپنائیں۔ لیکن افسوس! آج کے دور میں دوسروں کے عیوب تلاش کرنا اور انہیں بیان کرنا ایک عام عادت بنتی جا رہی ہے، جس کے باعث معاشرتی بگاڑ اور دلوں میں دوریاں پیدا ہو رہی ہیں۔

اسی خرابی سے بچانے اور ہماری اصلاح کے لیے امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے نیک اعمال کے رسالے میں فکر انگیز سوالات عطا فرمائے ہیں تاکہ ہم اپنی زندگی کو سنوار سکیں۔ انہی سوالات میں سے ایک نہایت اہم سوال یہ ہے:

سوال نمبر 41: آج آپ نے کسی مسلمان کا عیب ظاہِر ہو جانے پر (بِلا مصلحتِ شرعی) اُس کا عیب کسی اور پر ظاہر تو نہیں کیا؟

اسلام نے مسلمان کو عزت کا تاج پہنایا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (پ28، المنافقون:8) ترجمہ: حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے۔

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان عزت والا ہے کسی مسلم قوم کو ذلیل جاننا حرام ہے۔[1] مزید ارشادِ باری ہے: وَلَا تَجَسَّسُوْا (پ26، الحجرات:12) ترجمہ: اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے پوشیدہ عیب تلاش کرنا اور پھر انہیں بیان کرنا ممنوع ہے۔[2]

تجسس یعنی لوگوں کی پوشیدہ باتوں اور عیوب کو جاننے کی کوشش کرنا ایک خطرناک باطنی بیماری ہے۔ اس کا نتیجہ عموماً غیبت، چغل خوری اور دل آزاری کی صورت میں نکلتا ہے۔ نیز حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بھی اس عمل سے سختی سے منع فرمایا۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: اے وہ لوگو! جو زبان سے تو ایمان لائے ہو لیکن ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا! مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیبوں یعنی چھپی ہوئی باتوں کے پیچھے مت پڑو، اس لئے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں کے پیچھے پڑے گا اللہ پاک اس کے عیب ظاہر فرمادے گا اور اسے رسوا کر دے گا اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔[3]

اسی طرح ایک اور حدیث میں یہ سخت وعید بیان ہوئی ہے کہ غیبت کرنے والوں، چغل خوروں اور پاک باز لوگوں کے عیب تلاش کرنے والوں کو اللہ پاک قیامت کے دن کتوں کی شکل میں اٹھائے گا۔[4]

یہ احادیث ہمیں جھنجھوڑ کر بتا رہی ہیں کہ عیب جوئی معمولی بات نہیں بلکہ ایسا گناہ ہے جو دنیا و آخرت میں رسوا کر سکتا ہے۔ چنانچہ ہمیں چاہیے کہ دوسروں کے عیب تلاش کرنے کے بجائے اپنی اصلاح کی فکر کریں، کیونکہ ہر شخص خود بھی خامیوں کا مجموعہ ہے۔ اسلام نے صرف عیب تلاش کرنے سے ہی منع نہیں فرمایا بلکہ عیب چھپانے کی بھی فضیلت بیان کی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف

کی حدیث ہے: جس نے کسی مسلمان کے عیب چھپائے اللہ پاک قیامت کے دن اس کے عیب چھپائے گا۔[5] یہ بہت بڑی خوشخبری ہے کہ اگر ہم دوسروں کی پردہ پوشی کریں گی تو اللہ پاک ہماری پردہ پوشی فرمائے گا۔ اس کے برعکس اگر ہم دوسروں کے عیوب ظاہر کریں گی تو ہمیں بھی اسی انجام کا سامنا ہو سکتا ہے۔

پارہ 26، سورۂ حجرات آیت نمبر 12 میں ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘-اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ ترجمہ: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ یہ آیت مبارکہ ہمیں ایک مکمل اخلاقی ضابطہ فراہم کرتی ہے کہ بدگمانی، تجسس اور غیبت یہ سب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے گناہ ہیں اور معاشرے کو تباہ کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ایک روایت میں ہے: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔[6] اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سچا مسلمان وہی ہے جو دوسروں کو تکلیف نہ دے۔ کسی کے عیب ظاہر کرنا بھی ایک بڑی تکلیف کا سبب ہے، اس لیے اس سے بچنا ضروری ہے۔

بزرگوں کا طرزِ عمل: ہمارے بزرگانِ دین اس معاملے میں نہایت محتاط تھے۔ حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ کا واقعہ اس حوالے سے سبق آموز ہے کہ جب آپ پر لوگوں کے عیوب ظاہر ہونے لگے تو آپ نے دعا کی کہ یہ کیفیت ختم ہو جائے تا کہ کسی کے عیب ظاہر نہ ہوں۔[7] اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگ دوسروں کے عیب جاننے کے بھی خواہش مند نہیں ہوتے تو انہیں بیان کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!

تجسس کے اسباب اور علاج: تجسس کے کئی اسباب ہیں جن سے بچنا ضروری ہے:

بغض و کینہ: دشمنی انسان کو عیب تلاش کرنے پر ابھارتی ہے۔ **علاج:** دل میں محبت پیدا کی جائے اور مسلمانوں کے لیے خیر خواہی رکھی جائے۔

حسد: دوسروں کی نعمت برداشت نہ ہونا۔ **علاج:** اللہ پاک کی تقسیم پر راضی رہا جائے اور حسد کے نقصانات پر غور کیا جائے۔

چغل خوری: لوگوں کی باتیں ادھر ادھر پہنچانا۔ **علاج:** اس کی وعید کو یاد رکھا جائے: چغل خور جنت میں داخل نہ ہو گا۔[8]

چاپلوسی: ذاتی فائدے کے لیے دوسروں کے عیب بیان کرنا۔ **علاج:** اخلاص اختیار کیا جائے اور دنیاوی فائدے کے بجائے آخرت کو مقدم رکھا جائے۔

نفاق: منافق ہمیشہ عیب تلاش کرتا ہے۔ **علاج:** اپنے باطن کی اصلاح کی جائے اور اخلاص اپنایا جائے۔

منفی سوچ: ہر چیز میں برائی تلاش کرنا۔ **علاج:** مثبت سوچ اپنائی جائے اور دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھی جائے۔

الغرض ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ اگر ہمارے اپنے عیب ظاہر کر دیئے جائیں تو ہم کس قدر شرمندگی محسوس کریں گی! جب ہم اپنے لیے پردہ پوشی چاہتی ہیں تو ہمیں دوسروں کے لیے بھی یہی طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ کا عطا کردہ یہ نیک عمل دراصل ہمیں اسی سوچ کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ ہم روزانہ اپنا جائزہ لیں اور اس گناہ سے بچنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم اس سوال کو سنجیدگی سے لیں اور اپنی زندگی میں نافذ کریں تو ان شاء اللہ نہ صرف ہم اس گناہ سے بچ سکیں گی بلکہ ایک پاکیزہ اور محبت بھرا معاشرہ قائم کرنے میں بھی کامیاب ہو جائیں گی۔ اللہ پاک ہمیں دوسروں کے عیوب چھپانے، اپنی اصلاح کرنے اور اس نیک عمل کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1. تفسیر صراط الجنان، 10/169 ملتقطاً
2. تفسیر صراط الجنان، 9/437
3. ابوداود، 4/354، حدیث: 4880
4. ترغیب وترہیب، 3/325، حدیث: 10 ملتقطاً
5. بخاری، 2/126، حدیث: 2442
6. مسند امام احمد، 11/66، حدیث: 6515
7. میزان کبری، جز: 1، ص 130
8. بخاری، 4/115، حدیث: 6056

شرحِ شجرہ (قسط 8)

قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ

محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ کراچی

8

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا
قدر عبد القادر قدرت نما کے واسطے

مشکل الفاظ: **قدر:** عزت۔ **قدرت نما:** قدرت ظاہر کرنے والا۔

مفہومِ شعر: اے اللہ! تجھے تیری قدرت کے مظہر یعنی حضور غوثِ پاک کی قدر و منزلت کا واسطہ! مجھے قادری بنا، پھر اس سلسلے پر ثابت قدم رکھ اور بروزِ حشر میرا انجام انہی کے ساتھ کرنا۔

شرح: اس شعر میں سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ عطاریہ کے سترہویں بزرگ شیخِ طریقت حضور غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے دعا مانگی گئی ہے۔ آپ کے نام پاک عبد القادر کو اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ لفظی مناسبت ہو جائے، اگر قادری کے ساتھ آپ کا لقب غوثِ اعظم ذکر کیا جاتا تو لفظ مختلف ہو جاتا۔ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ اس شعر کی شرح میں فرماتے ہیں: اے اللہ! شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی قدر و عزت کا تجھے واسطہ دیتے ہیں جو کہ تیری قدرت کے مظہر ہیں، ہمیں قادری کر، قادری رکھ یعنی ہمیں قادریت پر استقامت دے، ہم قادریت پر باقی بھی رہیں اور قیامت کے دن ہم قادریوں کے گروہ میں اٹھیں۔

یاد رکھیے! بندے کی قدرت محدود ہوتی ہے اور اللہ پاک کی عطا سے ہوتی ہے جبکہ اللہ پاک کی قدرت خود بخود اور لامحدود ہے لہٰذا بندے کے لیے لفظِ قدرت بولنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ عام بول چال میں بولتے بھی ہیں کہ فلاں بڑا قادر الکلام ہے یعنی بولنے پر اس کی بڑی گرفت ہے، اسی طرح کسی کو بولتے ہیں کہ اس کو اپنے فن پر بڑی قدرت حاصل ہے اس کا مطلب خدا کی قدرت کا انکار یا اس کا مقابلہ ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اس کی عطا کردہ قدرت مراد ہوتی ہے۔[1]

شیخ عبد القادر جیلانی پہلی رمضان 470ھ جمعۃ المبارک کو گیلان میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے اور محی الدین اور غوثِ اعظم کے القاب سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد ابو صالح موسیٰ جنگی دوست اور والدہ ام الخیر فاطمہ ہیں۔ آپ حسنی حسینی سید ہیں۔ آپ کی وفات 11 ربیع الثانی 561ھ میں 51 سال کی عمر میں بغداد شریف میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک بغداد شریف میں ہے۔ آپ سلطان الاولیاء، قطب المشائخ اور پیرانِ پیر ہیں۔ آپ کا قدم تمام اولیائے کرام کی گردنوں پر ہے۔ آپ کو ربِّ کریم نے یہ طاقت و قدرت عطا فرمائی تھی کہ آپ اپنی نگاہِ ولایت سے پوشیدہ (چھپی ہوئی) چیزوں کو بھی دیکھ لیا کرتے۔ اللہ پاک نے آپ کو نورِ فراست سے نوازا تھا۔ آپ خود فرماتے ہیں: اے لوگو! تمہارا ظاہر و باطن میرے سامنے آئینہ ہے، اگر شریعت کی روک میری زبان پر نہ ہوتی تو میں تم کو بتاتا کہ جو تم کھاتے ہو اور اور گھروں میں جمع کرتے ہو۔[2]

آپ کے اخلاق و عادات، اخلاقِ مصطفوی کا نمونہ تھے۔ آپ کثرت سے رونے والے، خدا ترس، مہربان، بردبار اور سچے تھے؛ کبھی اپنے لیے غصہ نہ فرماتے، ہاں! رب کی نافرمانی کے معاملے میں بڑے سخت تھے، مکاشفہ آپ کی غذا اور مشاہدہ آپ کی شفا تھی، آدابِ شریعت آپ کا ظاہر اور اوصافِ حقیقت آپ کا باطن تھا۔ اللہ پاک ہمیں حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کے در کی سچی غلامی نصیب فرمائے۔ اسی غلامی میں مریں اور اسی غلامی میں قیامت کے دن اٹھائے جائیں۔

آمین بجاہِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 مدنی مذاکرہ، 11 اکتوبر 2025ء مطابق 18 ربیع الآخر 1447ھ 2 بہجۃ الاسرار، ص55

Go To Index

مدنی مذاکرہ

مچھلی کے فائدے

مچھلی انسانی صحّت کے لئے نہایت اہم غذا ہے: ☆ اس میں آیوڈین (Iodine) ہوتا ہے جو کہ صحت کے لئے نہایت اہمیت کا حامل ہے، اس کی کمی سے جسم کے غدودی نظام کا توازن بگڑ سکتا ہے، گلے کے اہم غدود تھائیرائیڈ (Thyroid) میں سقم (یعنی خامی) پیدا ہو کر جسمانی نظام میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں ☆ مچھلی بطورِ غذا استعمال کرنے والوں کی عمریں لمبی ہوتی ہیں ☆ ایک طبّی تحقیق کے مطابق سردی سے ہونے والی کھانسی کا مچھلی سے بہتر کوئی علاج نہیں ☆ دل کے مریضوں کے لئے مچھلی بہت ہی فائدہ مند ہے ☆ ماہرین کا کہنا ہے: ہفتے میں کم از کم دو بار تو ضرور مچھلی کھا لینی چاہیے ☆ غذا میں مچھلی کا زیادہ استعمال مثانے کا کینسر بڑھنے سے روکنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے ☆ مچھلی کے سر کی یخنی جسے شوربا یا سوپ (Soup) بھی کہتے ہیں ☆ بینائی کی کمزوری اور دیگر کئی امراض کے لئے فائدہ مند ہے ☆ باقاعدگی سے یہ یخنی پینے سے آنکھوں کے چشمے اتر سکتے ہیں ☆ مچھلی کے سر کی یخنی (سوپ) فالج، لقوہ، عرق النّسا (یعنی لنگڑی کا درد جو کہ چڈّے سے لے کر پاؤں کے ٹخنے تک پہنچتا ہے) اعصابی کمزوری، پٹّھوں کی کمزوری، قبل از وقت بڑھاپے، جوڑوں کے پرانے درد اور جسمانی و اعصابی کھچاؤ اور قوّت حافظہ بڑھانے کیلئے نہایت مفید ہے ☆ ایسے لوگ جو اپنی یادداشت بالکل کھو چکے ہوں یا جن کی یادداشت ختم ہونے کے قریب ہو وہ خواہ جوان ہوں یا بوڑھے یہ یخنی (سوپ) ضرور استعمال کریں ☆ اگر گرمی کے موسم میں ناموافق محسوس کریں تو سردیوں میں استعمال کریں ☆ اگر بیان کردہ تمام بیماریوں میں سے کوئی مرض نہیں تب بھی اگر کچھ عرصہ مچھلی کے سر کا سوپ (Soup) استعمال کریں تو ان شاءاللہ ان بیماریوں سے تحفّظ حاصل ہو گا۔

ایک طبیب کا کہنا ہے: ہند کی ریاست کیرالہ کے ایک صاحب نے بیرونِ ملک مجھے بتایا کہ کیرالہ کے لوگ ریاضی (جس میں حساب، الجبرا اور جیومیٹری وغیرہ شامل ہوتا ہے) سائنس اور دنیا کے دیگر مشکل ترین علوم میں کافی باکمال ہوتے ہیں۔ میں نے اس کمال کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے: مچھلی اور مچھلی کے سر کا استعمال۔

مدنی بہار: جامعۃ المدینہ فیضانِ بلال باب المدینہ کراچی درجہ ثالثہ کے طالبِ علم حمزہ بن عابد کا بیان ہے کہ میری بینائی کمزور تھی اور اڑھائی 2.5 نمبر کا نظر کا چشمہ استعمال کرتا تھا۔ جب میں نے مکتبۃ المدینہ کے رسالے مچھلی کے عجائبات میں بیان کردہ نسخے (مچھلی کے سر کی یخنی بینائی کی کمزوری کے لئے فائدے مند ہے، باقاعدگی سے یہ یخنی پینے سے آنکھوں کے چشمے اتر سکتے ہیں) پر پابندی سے عمل کیا تو الحمدُ للہ میری بینائی بالکل ٹھیک ہو گئی اور اب میں مکمل طور پر عینک سے چھٹکارا حاصل کر چکا ہوں۔[1]

میٹھے کے انسانی صحت پر مضر اثرات

سوال: انسانی صحت کیلئے شکر اور سکرین کے کیا مضر اثرات ہیں؟

جواب: مٹھاس کی ایک حد تک انسان کے جسم کو ضرورت رہتی ہے لیکن ہر چیز Limited (یعنی محدود) ہے۔ اگر Unlimited (یعنی غیر محدود) ہو گی تو نقصان کرے گی۔ محدود مٹھاس بھی سفید چینی کے ذریعے حاصل نہ کی جائے کیونکہ سفید چینی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ نقصان دہ ہے۔ سفید چینی کے مضر اثرات میں سے بدن کا موٹا ہونا، شوگر ہو جانا بھی ہے۔ جو لوگ بہت تیز میٹھی

Go To Index

چائے پیتے ہیں، یوں ہی گھروں میں جو میٹھی ڈشیں پکتی ہیں تو ان میں بھی بہت زیادہ چینی ڈالتے ہیں تو ایسے لوگوں کا شوگر کے مرض سے بچنا بڑا مشکل ہوتا ہے اور جس کو شوگر ڈکلیئر ہو جاتی ہے تو اس کی زندگی تلخ، کڑوی اور بدمزہ ہو جاتی ہے۔ گویا اس نے اپنے حصے کی شوگر جلدی جلدی کھا کر اپنا خون میٹھا کر لیا۔ اس لیے میٹھے کو جلدی جلدی کھا کر ختم کرنے کے بجائے تھوڑا تھوڑا استعمال کر کے زندگی کے آخر میں پورا کرنا چاہیے۔

سفید چینی کے بجائے گڑ استعمال کیجیے

اب براؤن شوگر آئی ہے جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ نقصان دہ نہیں ہے لیکن ایسا ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ اب خدا جانے براؤن شوگر اصل میں بھی ہے یا اسی وائٹ شوگر کو براؤن کلر ڈال کر براؤن شوگر بنا کر مہنگے داموں بیچ رہے ہیں۔ ممکن ہو تو گڑ استعمال کیجیے کیونکہ گڑ صحت کے لیے مفید ہے۔ اگر اسے Limit (یعنی حد) کے اندر استعمال کیا جائے تو اس کے کافی فوائد ہیں لیکن شوگر کے مریض کے لیے گڑ بھی نقصان دہ ہے۔ چائے بھی بہت سے لوگ گڑ کی پیتے ہیں۔ الحمدللہ مجھے بھی گڑ کی چائے اچھی لگتی ہے۔[2]

روزانہ انڈا کھانا صحت کے لیے کیسا ہے؟

سوال: روزانہ صبح ناشتے میں انڈے کھانا صحت کے لیے کیسا ہے؟

جواب: وہ دیسی مرغی جو چھوٹی پھرتی ہے اس کے انڈے اچھے ہوتے ہیں لہٰذا اس کے دیسی انڈے کھائے جائیں۔ انڈا ویسے بڑا مفید ہے اور اس میں کافی غذائی اجزا ہیں۔ سفیدی کے الگ خواص ہیں، زردی کے الگ فوائد ہیں۔ بندوں کی اپنی اپنی کیفیات ہوتی ہیں، اگر موافق ہو تو زردی اور سفیدی دونوں کھائی جاسکتی ہیں۔ دونوں اکٹھے موافق نہ ہوں تو جنہیں سفیدی موافق آتی ہو وہ سفیدی کھائیں اور جنہیں فقط زردی موافق آتی ہو وہ زردی کھائیں۔ عمر کے ساتھ ساتھ ہاضمے کی کارکردگی میں فرق پڑتا ہے لہٰذا جسے ایک انڈا ہضم ہوتا ہو وہ ایک کھالے اور جسے دو تین بھی ہضم ہو جاتے ہوں وہ بھلے دو تین کھالے۔ ہر ایک کی جسمانی کیفیات الگ الگ ہوتی ہیں، بعض ایسے بھی ہوں گے جنہیں انڈا کھاتے ہی خارش شروع ہو جاتی ہو گی یا انڈا پیٹ میں قبضہ جمالیتا ہو گا اور ہضم نہ ہونے کے سبب پریشان کرتا ہو گا تو اپنی اپنی کیفیت کے مطابق انڈا استعمال کرنا چاہیے۔ اگر کسی کو پورا انڈا ہضم نہیں ہوتا تو وہ آدھا کھالے، آدھا بھی نہیں چلتا تو چوتھائی کھالے۔ بہر حال کچھ نہ کچھ انڈا کھانا چاہیے کہ یہ بھی اللہ پاک کی نعمت ہے اور اس کے بھی اپنے فوائد ہیں۔

دودھ میں کچا انڈا ڈال کر پینا

سوال: بعض لوگ دودھ میں کچا انڈا ڈال کر پیتے ہیں، کیا یہ صحت کے لیے مفید ہے؟

جواب: دودھ اور انڈا دونوں چیزیں مفید ہیں لہٰذا جس کو دودھ اور انڈا ہضم ہو جاتا ہو تو وہ دونوں کو ملا کر استعمال کر سکتا ہے، بلکہ ممکن ہے کہ جسے اکیلا انڈا کھانے سے Side Effect (منفی اثرات) ہوتے ہیں تو دودھ کے ساتھ ملا کر کھانے سے اس میں کمی آجائے۔ دودھ اور انڈا دونوں ایک ساتھ موافق ہیں یا نہیں؟ اس کی معلومات کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اپنا تجربہ ہو کہ انڈا اور دودھ دونوں کو ملا کر استعمال کرنا اسے فائدہ دیتا ہے یا نقصان۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے طبیب سے مشورہ کر لیا جائے۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر ہمیشہ ایک رکھنا چاہیے۔ کئی ڈاکٹروں کے پاس پھرنے والا کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ بعض دوائیں Side Effect (منفی اثرات) بھی کرتی ہیں۔ ایک ڈاکٹر مخصوص کر لیں گے تو اس کو مریض کی کیفیت پتا ہو گی کہ کون سی دوا اسے چلتی ہے اور کون سی دوا سے اسے الرجی ہو جاتی ہے؟ کس دوا سے اس کے پیٹ میں گڑبڑ ہو جاتی ہے اور کس دوا سے اس کی نیند اڑ جاتی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ بہر حال اپنے طبیب سے مشورہ کر لیا جائے کہ مجھے انڈا کھانا مفید ہے یا نہیں؟[3]

---

1. ملفوظاتِ امیر اہلسنت، 1/336
2. ملفوظاتِ امیر اہلسنت، 2/117
3. ملفوظاتِ امیر اہلسنت، 2/154

Go To Index

نگرانِ عالمی مجلس مشاورت
(دعوتِ اسلامی)

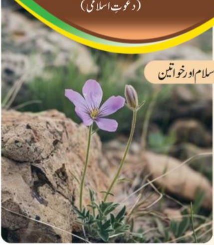

بیٹیوں کو صبر و تحمل کی تربیت دیں

محترمہ اُمِّ میلاد عطاریہ*

بڑی سے بڑی مشکلات اور آزمائشیں ختم ہو کر رہتی ہیں اور کڑوے لہجے میٹھے بھی ہو جاتے ہیں، لیکن اس کے لیے صبر کرنا پڑتا ہے۔ صبر و تحمل ایک ایسا ہتھیار ہے، جس سے طوفانوں کا رُخ موڑا اور مشکل سے مشکل مسئلے کا حل نکالا جاسکتا ہے۔ صبر انسان کی شخصیت بھی نکھارتا ہے۔

مردوں اور عورتوں کی زندگی میں کئی معاملات کی کیفیت الگ ہوتی ہے۔ اسی طرح پریشانیوں اور مصائب میں صبر و تحمل کی کیفیت بھی الگ ہوتی ہے۔ ایسی صورتِ حال میں ماں باپ پر بیٹیوں کی تربیت کے معاملے میں بڑی اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

مائیں اپنی بیٹیوں کو کم عمری ہی سے پوری توجہ، شفقت و محبت کے ساتھ مثبت شخصیت کی حامل بنانے کی کوشش کریں۔ کیونکہ بچپن کا سکھایا ہوا پختہ رہتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: مَثَلُ الَّذی یَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ فِیْ صِغَرِہٖ کَالنَّقْشِ عَلَی الحَجَر بچپن میں علم حاصل کرنے والے کی مثال پتھر کے نقش کی سی ہے۔[1]

صبر کی اہمیت اور صبر اپنانے کی ذہن سازی کے لیے سب سے پہلے تو بیٹی کو بتائیں کہ **"صبر"** رکنے، ٹھہرنے یا باز رہنے کا نام ہے اور نفس کو اس چیز سے روکنا (یعنی ڈٹ جانا) جس سے رکنے (ڈٹے رہنے) کا عقل اور شریعت تقاضا کر رہی ہو صبر ہے۔ صبر دو طرح کا ہوتا ہے: پہلا بدنی صبر جیسے بدنی مشقتیں برداشت کرنا اور ان پر ثابت قدم رہنا۔ دوسرا طبعی خواہشات اور خواہش کے تقاضوں سے صبر کرنا۔[2] قراٰنِ مجید میں ہے: ﴿وَ اصْبِرُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَۚ(۴۶)﴾ "ترجَمۂ کنزُالایمان: اور صبر کرو بیشک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔"[3]

بیٹی کو بتائیں کہ مسلمان کے لیے صبر میں بڑی بھلائی ہے، اللہ پاک نے مسلمان کے لیے خیر ہی خیر رکھی ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: مؤمن کا معاملہ کتنا عجیب ہے کہ اس کے لیے ہر معاملے میں خیر ہی خیر ہے اگر اسے خوشی پہنچے اور شکر کرے تو یہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر مصیبت پہنچے اور اس پر صَبْر کرے تو یہ اس کے لیے بھلائی ہے۔[4]

ہماری زندگی میں جو مشکلات آئیں گی اس وقت ہم نے نماز نہیں چھوڑنی، صبر کا دامن نہیں چھوڑنا۔ بلکہ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی حیاتِ طیبہ میں کیسے کیسے دردانگیز لمحے آئے لیکن آپ نے ہمیشہ صبر کیا، جیسا کہ

1 جب آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے مکہ میں دعوتِ اسلام کا آغاز فرمایا تو کفار نے آپ کو جھٹلایا، طعنے دیے، حتّٰی کہ جسمانی اذیتیں بھی پہنچائیں۔ لیکن آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے کبھی بدلہ نہیں لیا بلکہ ہمیشہ صبر اور نرمی کا راستہ اختیار فرمایا۔ اس میں سبق ہے کہ مشکل حالات میں بھی اخلاق اور حوصلہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔

2 تین سال تک آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے شعبِ ابی طالب میں شدید بھوک، پیاس اور تنگی برداشت کی۔ کھانے کو کچھ نہ ہوتا، بچے بھوک سے روتے، مگر آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اللہ پر بھروسا اور صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ یہ مثال سکھاتی ہے کہ آزمائشیں وقتی ہوتی ہیں، صبر کرنے والوں کے لیے آسانی ضرور آتی ہے۔

3 جب آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے نہ صرف دعوت کو رد کیا بلکہ آپ پر پتھر برسائے۔ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم لہولہان ہوگئے، مگر اس کے باوجود آپ نے بددعا کے بجائے ان کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی۔ اس میں سبق ہے کہ اگر کبھی آپ کی جائز باتیں اور مطالبات بھی نہیں مانے جاتے تو صبر کریں اور تکلیف دینے والوں کے لیے بھی خیر خواہی کا جذبہ رکھنا چاہیے۔

4 جب مکہ فتح ہوا تو وہی لوگ جو برسوں آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو ستاتے رہے، آپ کے سامنے بے بس کھڑے تھے۔ لیکن آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے سب کو معاف فرمادیا اور فرمایا: **”آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔“** یہ اعلیٰ درجے کے صبر اور برداشت کی مثال ہے کہ طاقت ہونے کے باوجود انتقام نہ لیا جائے۔ آپ آسودہ حال ہوجائیں تو جنہوں نے کمزوری میں تنگ کیا تھا ان کو بدلے میں تنگ نہ کریں۔

5 نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی ازواجِ مطہرات کے گھروں میں کبھی کبھی کئی کئی دن چولہا نہیں جلتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ پورا مہینا گزر جاتا اور گھر میں آگ نہیں جلتی تھی، صرف کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔[5] اس کے باوجود ازواجِ مطہرات نے کبھی شکایت نہ کی بلکہ صبر، شکر اور قناعت کے ساتھ زندگی گزاری۔ یہ مثال بیٹیوں کو سکھاتی ہے کہ تنگی اور کمی بیشی زندگی کا حصہ ہے، اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان ہر حال میں صبر کرے، اللہ پر بھروسا رکھے اور ناشکری سے بچے۔

(1) مجمع الزوائد، 1 / 333، حدیث: 515 (2) صراط الجنان، پ2، البقرہ، تحت الآیۃ: 153، 1 / 279 (3) پ10، الانفال: 46 (4) مسلم، ص: 1222، حدیث: 7500، ملتقطاً (5) شمائل ترمذی، ص208، حدیث: 352۔

بچّوں اور بچیوں کے 6 نام

سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: آدمی سب سے پہلا تحفہ اپنے بچّے کو نام کا دیتا ہے لہٰذا اُسے چاہئے کہ اس کا نام اچھا رکھے۔ (جمع الجوامع، 3 / 285، حدیث: 8875) یہاں بچّوں اور بچیوں کے لیے 6 نام، ان کے معنیٰ اور نسبتیں پیش کی جارہی ہیں۔

بچّوں کے 3 نام

نام	پکارنے کے لیے	معنیٰ	نسبت
محمد	مسعود	خوش نصیب	مشہور ولی اللہ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک نام
محمد	عبد الرحمٰن	رحمٰن کا بندہ	مشہور عاشقِ رسول مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک نام
محمد	حَشمت	شان و شوکت	شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک نام

بچیوں کے 3 نام

مارِیہ		چمک دمک والی	کنیزِ رسول کا بابرکت نام
رَملَہ		زمین کا بلند حصہ	صحابیہ رضی اللہ عنہا کا بابرکت نام
وَجِیہَہ		خوبصورت	اُمُّ المؤمنین حضرت بی بی اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ کنیز کا بابرکت نام

Go To Index

ممانی کا کردار

محترمہ بنتِ مدثر مدنیہ عطاریہ صدر راولپنڈی

بچوں کے لیے ننھیالی رشتوں میں بہت ہی قریب اور اہم ترین رشتہ ماموں کا ہوتا ہے، ہمارے ہاں عمومی معاشرتی رجحان کے مطابق بچے ددھیال سے زیادہ ننھیال کی جانب کھنچتے ہیں۔ ماں کا بچے کو چاند بھی چندا ماموں کہہ کر دکھانا غیر محسوس طریقے سے بچے کو ننھیالی رشتوں کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ اسی رشتے کی بنیاد پر ماموں کی بیوی یعنی ممانی / مامی بھی بچوں کے لیے خاصی اہمیت رکھتی ہے۔ بچوں کا ماموں کے ساتھ ساتھ ممانی کی طرف بھی لگاؤ بڑھ جاتا ہے۔ اب اس لگاؤ کو برقرار رکھنا یا ٹھیس پہنچانا ممانی کے ہی ہاتھ میں ہوتا ہے، کیونکہ ممانی بچوں کے حق میں ممانی ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی والدہ (یعنی اپنی نند) کے ساتھ بھابھی ہونے کا کڑا رشتہ بھی نبھا رہی ہوتی ہے۔ گویا کہ ممانی صرف ماموں کی شریکِ حیات نہیں ہوتی بلکہ وہ بچوں کے لیے مجازی ماں، نندوں کے لیے بہن اور خاندان کے لیے محبت و آہنگی کا پُل بن جاتی ہے۔ چنانچہ خاندان میں ممانی کے کردار کا جائزہ پیشِ خدمت ہے:

گھریلو انتظامات: ننھیال میں نانا نانی ہی بزرگ ہوتے ہیں۔ جوں جوں ان کی عمر بڑھتی جاتی ہے، گھر کے انتظامات ماموں اور ممانی کے ہاتھ آجاتے ہیں۔ گویا کہ بچے اب اپنے نانا نانی کے گھر آنے کے بجائے ماموں ممانی کے گھر آتے ہیں۔ یہاں ممانی کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ نانا نانی کی اپنے نواسے نواسیوں کے ساتھ محبت و شفقت اور احسان و بھلائی کی روایت کو باقی رکھے۔ بچے یہ فرق محسوس نہ کریں کہ اب ہمیں ویسا پیار نہیں ملتا یا اب ہماری پہلے جیسی آؤ بھگت نہیں ہوتی۔

یونہی ان کی والدہ کے ساتھ بھی بہنوں والا سلوک رکھے (تفصیل کے لئے قسط "بھابھی کا کردار" ملاحظہ کیجئے) اسی طرح لین دین کے معاملے میں بھی حسبِ استطاعت خرچ کیجیے۔

مالی تفاوت: عمومی طور پر بھائی بہن کے مالی حالات ایک سے نہیں ہوتے۔ کبھی بہن اچھے گھرانے میں چلی جاتی ہے تو کبھی بھائی عیش کر رہا ہوتا ہے۔ ممانی کو چاہیے کہ دونوں صورتوں میں بچوں کے ساتھ متوازن سلوک رکھے۔ بسا اوقات مالی لحاظ سے مضبوط ہونے کے گھمنڈ میں ممانی کا سلوک بچوں کے ساتھ ناروا ہو جاتا ہے۔ بات چیت، ملنے جلنے میں متکبرانہ انداز کی بو آ رہی ہوتی ہے۔ یونہی اگر ایک سے زائد نندیں ہوں اور ان میں مالی تفاوت ہو تو امیر بچوں کی پیسے کی وجہ سے تو خوشامد کی جاتی ہے جبکہ غریب بچوں کو کوئی گھاس بھی نہیں ڈالتا۔ حالانکہ دین اسلام میں فضیلت کا معیار مال و دولت، رنگ و نسل نہیں بلکہ تقویٰ ہے۔ لہٰذا ممانی کو چاہیے کہ نہ تو خود مغرورانہ اور خوشامدانہ روش اختیار کرے اور نہ ہی اپنے بچوں کو اختیار کرنے دے۔ نیز خاندان کا اہم فرد ہونے اور بچوں کی اٹیچ منٹ (Attachment) کی بنا پر ممانی بچوں کے لئے رول ماڈل ہوتی ہے۔ ممانی کو چاہیے کہ بچوں کے ساتھ محبت و اعتماد کی فضا قائم رکھتے ہوئے ان کی تعلیم و تربیت میں اپنا حصہ ملائے۔ خوشی، غمی میں ساتھ دے۔ ضرورت پڑنے پر اپنے تجربات کی روشنی میں اچھا مشورہ بھی دے۔ بے جا سختی سے گریز کرے۔ نیز اپنی اولاد میں بھی پھوپھی اور ان کے بچوں کی محبت ودیعت کرے۔

توجہ: ممانی اور شوہر کے بھتیجے باہم اجنبی ہیں۔ اسی طرح ماموں زاد بھائی، بہن کا بھی ایک دوسرے سے پردہ ہے۔ اس حکم کو لازمی، لازمی اور لازمی مدِّ نظر رکھا جائے۔

Go To Index

اسمائے قرآنِ کریم

محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ لاہور

جہاں تک قرآنِ کریم کے ناموں کا تعلق ہے تو وہ اس کتاب کی عظمت، اس کے بلند مرتبے، اللہ پاک اور اہلِ ایمان کے نزدیک اس کے بلند مقام پر واضح دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی چیز کے ناموں کی کثرت اس کے مُسَمّٰی (وہ وجود جس پر کسی خاص نام کو پکارا جاتا ہو اس) کی شرافت یا کسی معاملے میں اس کے کمال پر دلالت کرتی ہے۔

اسمائے قرآن کی حکمت

قرآنِ کریم کے مختلف ناموں میں کئی حکمتیں ہیں، مثلاً:

- قرآن کی عظمت کو ظاہر کرنا۔
- اس کی مختلف صفات کو بیان کرنا۔
- انسان کو قرآن کے مختلف پہلوؤں سے متعارف کروانا۔
- قرآن کی ہدایت اور جامعیت کو واضح کرنا۔

اسمائے قرآن کی تعداد

تفسیر کبیر میں قرآنِ کریم کے 32 نام ذکر کئے گئے ہیں جو کہ قرآنِ کریم میں ہی مذکور ہیں اور وہ یہ ہیں: (1) کتاب (2) قرآن (3) فرقان (4) ذکر (5) تنزیل (6) حدیث (7) موعظہ (8) حکم، حکمۃ، حکیم (9) شفاء (10) ھُدیٰ (11) صراطِ مستقیم (12) حبل (13) رحمۃ (14) روح (15) قصص (16) بیان (17) بصائر (18) فصل (19) نجوم (20) مثانی (21) نعمۃ (22) برہان (23) بشیر ونذیر (24) قیِّم (25) مُھَیمِنُ (26) ہادی (27) نور (28) حق (29) عزیز (30) کریم (31) عظیم (32) مبارک۔[1]

ان مبارک اسمائے قرآن میں سے چند ناموں کی مختصر وضاحت ذکر کی جاتی ہے۔

قرآن: لفظ قرآن یا تو قَرْءَ سے بنا ہے یا قِرَاءَۃ سے یا قرن سے۔ قرء کے معنی جمع ہونے کے ہیں۔ قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سارے اولین و آخرین کے علوم کا مجموعہ ہے۔ دین و دنیا کا کوئی ایسا علم نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے خود فرمایا کہ وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ (پ14، النحل:89) (ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔)

نیز یہ سورتوں اور آیتوں کا مجموعہ ہے، یہ تمام بکھرے لوگوں کو جمع کرنے والا ہے۔ دیکھو ہندی، سندھی، عربی، عجمی لوگ، ان کے لباس، طعام، زبان، طریقِ زندگی سب الگ الگ، کوئی صورت نہ تھی کہ اللہ کریم کے یہ بکھرے ہوئے بندے جمع ہوتے، لیکن قرآنِ کریم نے ان سب کو جمع فرمایا اور ان کا نام رکھا مسلمان۔ خود فرمایا: سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ (پ17، الحج:78) (ترجمہ: اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔)

اگر یہ قراءۃ سے بنا ہے تو اس کے معنی ہیں پڑھی ہوئی چیز۔ تو اب اس کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ اور انبیائے کرام کو کتابیں یا صحیفے حق تعالیٰ کی طرف سے لکھے ہوئے عطا فرمائے گئے لیکن قرآنِ کریم پڑھا ہوا اترا۔

نیز جس قدر قرآنِ کریم پڑھا گیا اور پڑھا جاتا ہے اس قدر کوئی دینی و دنیوی کتاب دنیا میں نہیں پڑھی گئی کیونکہ جو آدمی کوئی کتاب بناتا ہے وہ تھوڑے سے لوگوں کے پاس پہنچتی ہے اور وہ بھی ایک آدھ بار پڑھتے ہیں اور پھر کچھ زمانے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پہلے آسمانی کتابیں بھی خاص خاص جماعتوں

Go To Index

کے پاس آئیں اور کچھ دنوں رہ کر پہلے تو بگڑیں اور پھر ختم ہوگئیں لیکن قرآنِ کریم کی شان ہے کہ سارے عالم کی طرف آیا، ساری خدائی میں پہنچا، سب نے پڑھا اور بار بار پڑھا مگر دل نہ بھرا۔ اکیلے پڑھا، جماعتوں کے ساتھ پڑھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اسے مسلمان نے بھی پڑھا اور کفار نے بھی۔

اگر یہ قرن سے بنا ہے تو قرآن کے معنی ہیں: ملنا اور ساتھ رہنا۔ اب اس کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ حق و ہدایت اس کے ساتھ، نیز اس کی سورتیں اور آیتیں ہر ایک بعض بعض کے ساتھ ہیں، کوئی کسی کے مخالف نہیں نیز اس میں عقائد اور اعمال اور اعمال میں اخلاق، سیاسیات، عبادات، معاملات تمام ایک ساتھ جمع ہیں نیز یہ ہر وقت مسلمان کے ساتھ رہتا ہے، دل کے ساتھ، خیال کے ساتھ، ظاہری اعضا کے ساتھ۔ اس کو مسلمان بنایا، ہاتھ، پاؤں، ناک اور کان وغیرہ کو حرام کاموں سے روک کر حلال میں مشغول کر دیا۔ غرض یہ کہ سر سے پاؤں تک ہر عضو پر اپنا رنگ جما دیا۔

قرآن کا ایک نام فرقان بھی ہے۔ یہ لفظ فرق سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں: فرق کرنے والی چیز۔ قرآن کو فرقان اس لئے کہتے ہیں کہ حق و باطل، جھوٹ و سچ، مومن و کافر میں فرق فرمانے والا ہے۔ قرآن بارش کی مثل ہے جیسے کسان زمین کے مختلف حصوں میں مختلف بیج بو کر چھپا دیتا ہے کسی کو پتہ نہیں لگتا کہ کہاں کون سا بیج بویا ہے مگر بارش ہوتے ہی جہاں جو بیج دفن تھا وہاں وہی پودا نکل آتا ہے تو بارش زمین کے اندرونی تخم کو ظاہر کرتی ہے۔ اسی طرح ربِّ کریم نے اپنے بندوں کے سینوں میں ہدایت، گمراہی، سعادت، شقاوت اور کفر و ایمان کے مختلف تخم امانت رکھے۔ نزولِ قرآن سے پہلے سب یکساں معلوم ہوتے تھے صدیق و ابو جہل، فاروق و ابو لہب میں فرق نظر نہیں آتا تھا، قرآن نے نازل ہو کر کھرا اور کھوٹا علیحدہ کر دیا، صدیق کا ایمان، زندیق کا کفر ظاہر فرما دیا۔ لہٰذا اس کا نام فرقان ہوا۔[2]

برہان / نور: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا۝ (پ6، النسآء: 174) ترجمہ: اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔ برہان سے مراد قرآن ہے۔ قرآن کیوں نہ دلیل ہو کہ بڑے بڑے فُصحا اس کی مثل لانے سے عاجز آگئے تھے۔[3]

شفاء، موعظہ، ہُدیٰ، رحمۃ: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ﳔ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۝ (پ11، یونس: 57) ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی شفا اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت آگئی۔

اس آیت میں قرآنِ کریم کے آنے اور اس کے نصیحت، شفا، ہدایت اور رحمت ہونے کا بیان ہے کہ یہ کتاب اُن فوائدِ عظیمہ کی جامع ہے۔ اس آیت میں قرآنِ کریم کے تین عظیم فائدے بیان کئے گئے:

(1) مَوْعِظَةٌ: اس کے معنی ہیں وہ چیز جو انسان کو پسندیدہ چیز کی طرف بلائے اور خطرے سے بچائے۔ خلیل نے کہا کہ مَوْعِظَةٌ نیکی کی نصیحت کرنا ہے جس سے دل میں نرمی پیدا ہو۔

(2) شفاء: اس سے مراد یہ ہے کہ قرآنِ پاک قلبی اَمراض کو دور کرتا ہے، دل کے امراض سے مراد مذموم اَخلاق، فاسد عقائد اور مہلک جہالتیں ہیں، قرآنِ پاک ان تمام امراض کو دور کرتا ہے۔

(3) ہدایت و رحمت: قرآنِ کریم کی ایک صفت ہدایت بھی ہے، کیونکہ وہ گمراہی سے بچاتا اور راہِ حق دکھاتا ہے اور ایمان والوں کے لئے رحمت اس لئے فرمایا کہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔[4] اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں فیضانِ قرآن سے دنیا اور آخرت میں مالا مال فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1. تفسیر کبیر، 1/ 260 تا 264 ماخوذاً
2. مقدمہ تفسیر نعیمی، 1/ 5، 6 ملتقطاً
3. تفسیر کبیر، 1/ 263
4. تفسیر صراط الجنان، 4/ 337، 338

Go To Index

دارُالافتاءِ اَہلِسُنّت

مفتی فضیل رضا عطاری* *دارالافتاء اہلِ سنّت عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ، کراچی

دارالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزارہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے چار منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کئے جارہے ہیں۔

1 قربانی کے جانور کے ہار رسی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے قربانی کے جانور کے گلے میں معمولی سی رسی اور ایک موتیوں کا ہار تھا جو قربانی کے وقت خون آلود ہو گئے تھے اس لیے ہم نے انہیں پھینک دیا پھر کسی نے توجہ دلائی کہ اسے صدقہ کرنا ہوتا ہے تو کیا اس رسی اور ہار کی رقم ہمیں صدقہ کرنی ہوگی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قربانی کے جانور شعائر اللہ میں سے ہیں ان کی تعظیم و تکریم کا حکم ہے لہٰذا جب جانور کو شعائرِ اسلام کی زینت کی نیت سے سجایا جائے اور یہ نیت بھی ہو کہ بعد میں مسلمان فقراء کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اشیاءِ زینت مثلِ جھول وہار وغیرہ صدقہ کروں گا تو اب اپنی اس نیت پر عمل کرتے ہوئے اسے صدقہ کرنے کا حکم ہوگا کہ اللہ عزوجل سے وعدہ کر کے اس سے پھرنا بہت بری بات ہے مگر عموماً ہمارے یہاں ان نیتوں کے ساتھ جانور پر ہار وغیرہ نہیں ڈالے جاتے لہٰذا جانور پر ہار وغیرہ ڈالتے وقت اگر آپ کی بھی ایسی کوئی نیت نہیں تھی تو اس ہار یا اس کی قیمت صدقہ کرنا آپ پر شرعاً لازم نہیں۔ یونہی رسی کی قیمت کا تصدق بھی لازم نہیں کہ یہ عام رسیاں جن سے جانور کو باندھا جاتا ہے، نکیل کی صورت میں جانور کے چہرے اور گلے کے گرد ہوتی ہیں وہ ان جانوروں کی تعظیم و تکریم کے لیے نہیں بلکہ ان کی حفاظت کی غرض سے ہوتی ہیں اس لیے بھی ان کے صدقہ کا حکم نہیں۔

تنبیہ: اگر وہ ہار یا رسی اس قابل تھی کہ اس سے نفع اٹھایا جاسکتا تھا یا اسے بیچا جاسکتا تھا تو اسے پھینک دینا جائز نہیں تھا کہ یہ مال کا ضائع کرنا ہوا جو کہ جائز نہیں لہٰذا اس صورت میں آپ پر توبہ لازم ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 شرعی فقیر کے لیے عیب دار جانور کی قربانی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں صاحبِ نصاب نہیں ہوں، میں نے بقر عید سے ایک دن پہلے قربانی کرنے کے لیے بکرا خریدا تھا، بعد میں مجھے پتہ چلا کہ اس بکرے کو بالکل بھی نظر نہیں آتا، مگر اس عید پر میں نے اسی بکرے کی قربانی کردی ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس جانور کی قربانی ہوگئی یا نہیں؟

نوٹ: سائل قربانی کے لیے جانور خریدتے وقت بھی صاحبِ نصاب نہیں تھا اور قربانی کی نذر بھی نہیں مانی تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی فقیر پر قربانی لازم نہیں ہوتی لیکن اگر وہ قربانی کی نیت سے جانور خرید لے تو اس کے حق میں خاص وہی جانور قربانی کے لیے متعین ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں ایسا عیب ہو جو قربانی سے مانع ہو لہٰذا پوچھی گئی صورت میں چونکہ آپ صاحبِ نصاب

نہیں تھے لیکن آپ نے قربانی کرنے کی نیت سے بکرا خریدا اگرچہ اسے بالکل بھی نظر نہیں آتا تھا تو بھی اس کی قربانی کرنے سے قربانی ادا ہو گئی۔

یاد رہے! یہ حکم صرف شرعی فقیر کے لیے ہے اگر کوئی غنی شخص ایسا جانور خرید لے جس کو نظر نہ آتا ہو تو اس صورت میں غنی کے لیے دوسرا صحیح جانور قربان کرنا واجب ہو گا، نابینا جانور ذبح کرنے سے قربانی ادا نہیں ہو گی۔

یونہی! اگر شرعی فقیر نے پہلے ہی غیر معین جانور قربان کرنے کی منت مانی اور منت پوری کرنے کے لیے اس نے ایسا جانور خریدا جو کہ نابینا ہے تو اس جانور کو ذبح کرنے سے اس کی نذر پوری نہیں ہو گی کیونکہ نذر غیر معین میں ایسا جانور لازم ہوتا ہے جو قربانی کی شرائط پر پورا ہو۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

3 کرنسی نوٹوں کے عوض سکوں کی نفع پر ادھار خرید و فروخت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نوٹ کے بدلے نوٹ کی بیع نفع کے ساتھ نقد جائز ہے، ادھار جائز نہیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر سکوں کو نوٹ کے بدلے ادھار بیچا جائے، تو کیا یہ خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟ سود کے زمرے میں تو نہیں آتا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

خرید و فروخت میں سود ہونے نہ ہونے کے حوالے سے قانون شرعی یہ ہے کہ جب دو چیزیں جنس و قدر (وزن، کیل) میں متفق ہوں یعنی یہ دونوں وصف (جنس و قدر) پائے جائیں تو کمی بیشی و ادھار دونوں سود و حرام ہوتے ہیں اور جب دونوں وصف نہ پائے جائیں تو کمی و بیشی و ادھار دونوں جائز ہوتے ہیں اور جب ایک وصف یعنی صرف جنس یا صرف قدر پایا جائے اور دوسرا وصف نہ پایا جائے تو کمی بیشی جائز ہوتی ہے اور ادھار سود و حرام ہوتا ہے۔

اس قانونِ شرعی کے مطابق نوٹ اور سکوں میں دونوں وصف نہیں پائے جاتے کہ ایک تو یہ ہم جنس نہیں ہیں کیونکہ نوٹ کی اصل کاغذ ہے، جبکہ سکوں کی اصل مختلف دھاتیں ہیں، دوسرا ہمارے عرفِ عام میں نوٹ اور سکوں کے عددی یعنی گن کر دی جانے والی چیز ہونے کی وجہ سے ان میں دوسرا وصف قدر (وزن و کیل) نہیں پایا جاتا، لہٰذا نوٹ کے بدلے سکوں کی خرید و فروخت جس طرح نقد یعنی دونوں جانب سے اسی مجلس میں قبضہ ہو جائے، جائز ہے، اسی طرح ادھار یعنی ایک جانب سے قبضہ ہو دوسری جانب سے نہ ہو، یہ بھی جائز ہے، البتہ دونوں جانب سے قبضہ نہ ہو تو ناجائز ہے کہ اس طرح یہ بیع الکالی بالکالی یعنی ادھار کی ادھار کے ساتھ بیع کی صورت ہے اور از روئے حدیث و فقہ ادھار کی ادھار کے ساتھ بیع ناجائز و حرام ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

4 رکوع سے سہواً اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے نماز میں بھول کر سمع اللہ لمن حمدہ کی جگہ اللہ اکبر کہہ دیا اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا، اس صورت میں نماز ہو گئی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قوانینِ شرعیہ کے مطابق سجدہ سہو، بھولے سے نماز کا کوئی واجب چھوٹنے سے واجب ہوتا ہے، سنن و مستحبات کے ترک سے واجب نہیں ہوتا، البتہ ان کے قصداً یا سہواً ترک سے نماز کا اعادہ مستحب ہوتا ہے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے امام کے لیے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا سنت ہے، واجب نہیں، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں نماز ہو گئی، سجدہ سہو واجب نہیں ہوا تھا، البتہ اس نماز کو دوبارہ پڑھنا مستحب ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی فضیل رضا عطاری* دار الافتاء اہلِ سنّت عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ، کراچی

1 دورانِ وضو سر پر لگی مہندی پر مسح کرنے کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت نے جب پورے سر پر مہندی کا لیپ کیا ہوا ہو اور اسی دوران نماز کا وقت داخل ہو جائے، تو کیا سر پر موجود مہندی کے لیپ پر مسح کرنا شرعاً درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بالوں پر مہندی لگی ہونے کی صورت میں مسح کا حکم یہ ہے کہ اگر مہندی کا لیپ اتنا گاڑھا ہے یا خشک ہو کر اتنا سخت ہو چکا ہے کہ نیچے سر کی کھال یا بالوں تک پانی نہیں پہنچے گا، تو اب مہندی کے اوپر سے مسح درست نہیں ہو گا، البتہ اگر مہندی کا لیپ باریک ہو یا اس کا کوئی موٹا جرم موجود نہ ہو تو حکم میں تفصیل ہے اگر مسح کرتے وقت ہاتھ کی تری پانی ہی رہے اور اس میں مہندی کے اجزاء اتنے نہ ملیں کہ وہ پانی کی حقیقت کو بدل دیں، تو اس صورت میں مسح درست ہے اور اگر ہاتھ کی تری مہندی کے اثر سے اس حد تک بدل جائے کہ اسے مطلق پانی نہ کہا جاسکے، تو پھر ایسی صورت میں مسح درست نہیں۔

یاد رہے کہ سر سے لٹکتے بالوں پر مسح کر لینا کافی نہیں، اس سے مسح کا فرض ادا نہیں ہوتا، بلکہ خاص چوتھائی سر کی مقدار پر مسح کرنا فرض ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم

2 بعدِ نفاس پندرہ دن کے اندر خون آنے کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پہلے بچے کی پیدائش ہوئی اور مجھے چالیس دن خون آیا پھر بند ہو گیا تو میں نے غسل کر کے نمازیں پڑھنا شروع کر دیں، پھر تیرھویں دن مجھے دوبارہ خون شروع ہو گیا، تو میں نے نماز چھوڑ دی۔ یہ خون دو دن جاری رہ کر بند ہو گیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ان دو دنوں کی نمازوں کی قضاء ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قوانینِ شرعیہ کے مطابق دو حیضوں اور نفاس و حیض کے درمیان کامل طہر یعنی کم از کم پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے، اگر حیض یا نفاس ختم ہونے کے بعد پندرہ دن پورے ہونے سے پہلے خون آجائے تو وہ حیض نہیں، بلکہ استحاضہ یعنی بیماری کا خون ہوتا ہے اور استحاضہ کی حالت میں نماز روزہ معاف نہیں ہوتے۔

اس کے مطابق پوچھی گئی صورت میں نفاس ختم ہونے کے بعد تیرھویں دن خون آیا جو کہ دو دن تک جاری رہا، تو یہ استحاضہ کا خون ہوا، لہٰذا ان دو دنوں کی نمازوں کی قضاء فرض ہے۔ نیز بلاوجہ شرعی نمازیں قضاء کرنے کی وجہ سے آپ گنہگار بھی ہوئیں، اس سے توبہ کرنا بھی لازم ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم

Go To Index

اعتقادات وتوہمات (قسط2)

محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ طالبہ: فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز بحرین عرب

بزرگوں کے نام کا چراغ جلانا

معاشرے میں مختلف قسم کے رسم ورواج اور عقائد پائے جاتے ہیں۔ بعض خالصتاً توہمات اور قدیم روایات کا نتیجہ ہوتے ہیں جبکہ بعض کا تعلق مذہب سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ انہی میں ایک رسم گھروں میں چراغ جلانے کی منت ماننا بھی ہے۔ بعض لوگ یہ نذر مانتے ہیں کہ وہ کسی بزرگ کے نام پر چراغ جلائیں گے، پھر اسے گھر کے کسی ایسے کونے میں روشن کر دیتے ہیں جہاں اس کی روشنی کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ آج کل بعض عورتیں حضور غوثِ پاک شیخ عبد القادر جیلانی یا دیگر بزرگوں کے نام پر چراغ جلانے کی منت مانتی ہیں اور اسے ثواب کا ذریعہ سمجھتی ہیں، حالانکہ یہ عمل نہ شرعاً ثابت ہے اور نہ ہی عقل کے مطابق درست ہے۔ ایسی رسمیں محض جہالت، نادانی اور اسراف پر مبنی ہیں، جن سے بچنا ضروری ہے۔

اسی طرح بعض لوگ کسی خاص دن، خصوصاً جمعرات کو اس عقیدے سے چراغ جلاتے ہیں کہ کسی بزرگ کا یہاں سے گزر ہوتا ہے، اس لیے چراغ روشن کیا جائے۔ حالانکہ یہ محض بےبنیاد خیال ہے جس کی کوئی شرعی اصل نہیں۔ شریعتِ مطہرہ میں ایسے عقائد کی نہ ترغیب دی گئی ہے اور نہ ہی اس کی اجازت ہے۔ لہٰذا اس نیت سے چراغ جلانا نہ صرف ناجائز ہے بلکہ اس میں بلاضرورت مال خرچ کرنے کی وجہ سے اسراف بھی پایا جاتا ہے، جس سے بچنا لازم ہے۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے: اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۠ (پ8، الاعراف:31) ترجمہ: بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

البتہ! اگر چراغ ایسی جگہ جلایا جائے جہاں واقعی ضرورت ہو، مثلاً: سرِ راہ کہ اس سے راہ گیروں کو فائدہ پہنچے، یا دینی تعلیم کے مقامات پر تاکہ پڑھنے پڑھانے والوں کو سہولت حاصل ہو، یا ایسی جگہ جہاں ذکر، عبادت اور تلاوت کرنے والوں کو نفع پہنچے، تو یہ عمل درست ہے۔ اسی طرح اگر کسی بزرگ کے مزار مبارک، چلہ گاہ یا اس مقام پر جہاں انہوں نے عبادت کی ہو، بطورِ تعظیم چراغ جلایا جائے تو یہ بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس میں اسراف اور کسی غلط عقیدے کی آمیزش نہ ہو۔ چونکہ یہ تعظیم اور فائدہ پہنچانے میں آتا ہے، لہٰذا ثواب کی امید بھی کی جاسکتی ہے اور اسے ایصالِ ثواب کا ذریعہ بھی بنایا جاسکتا ہے۔ علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: اولیائے کرام اور نیک لوگوں کی قبروں پر چراغ جلانا جائز ہے کہ یہ ان کی تعظیم ہے اور یہ اچھا مقصد ہے۔[1]

اسی ضمن میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سرِ راہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علما میں سے کسی عالم کا ہے وہاں شمعیں روشن کریں ان کی روحِ مبارک کی تعظیم کے لئے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر، تاکہ اس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اس سے تبرک حاصل کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے اصلاً (ہرگز) ممانعت نہیں اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔[2]

الغرض بلاضرورت چراغ جلانا جائز نہیں، اگرچہ کسی بزرگ

Go To Index

کے نام پر ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ! مزار یا چلہ گاہ پر بطورِ تعظیم چراغ جلایا جائے، یا کسی ایسی جگہ روشن کیا جائے جہاں واقعی روشنی کی ضرورت ہو اور لوگوں کو فائدہ پہنچے، یا کسی موقع پر عمومی چراغاں کی صورت ہو تو یہ جائز ہے۔ اس کے علاوہ اگر نہ کوئی ضرورت ہو اور نہ ہی کوئی دینی یا دنیاوی منفعت، تو چراغ جلانا فضول خرچی اور اسراف کے زمرے میں آتا ہے، جس سے بچنا چاہیے۔

گھر کی بنیادوں میں خون ڈالنا

معاشرے میں رائج دیگر لغو و باطل رسومات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نئے مکان کی بنیادوں میں خون ڈالا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ بکرے کو ذبح کر کے اس کا ناپاک خون ان جگہوں پر ڈال دیتے ہیں جہاں ستون یا بنیادیں قائم کی جاتی ہیں۔ اس عمل کے پیچھے عموماً یہ تصور پایا جاتا ہے کہ اس طرح نحوست سے حفاظت، گھر کی سلامتی اور خیر و برکت حاصل ہو گی۔ بعض افراد یہ عجیب عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ اگر بنیادوں میں خون ڈال دیا جائے تو عمارت انسان کا خون نہیں پئے گی، یعنی نہ گرے گی اور نہ جانی نقصان کا باعث بنے گی۔ حالانکہ یہ محض بے بنیاد اور غیر منطقی سوچ ہے جس کی نہ کوئی شرعی اصل ہے اور نہ ہی عقلی بنیاد۔ حقیقت یہ ہے کہ بکرے اور انسان کے خون میں واضح فرق ہے، لہٰذا ایسا خیال سراسر غلط فہمی ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

یاد رہے! عمارتیں آخر کار گرتی ہی ہیں اور جب گرتی ہیں تو بارہا بندوں کو بھی لے کر جاتی ہیں اور لوگوں کا خون پیتی ہیں۔ جو لوگ بکرے کا خون مکان کی بنیاد میں ڈالتے ہیں انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ یہ غلط طریقہ ہے۔ مزید براں اگر کوئی اس موقع پر بکرا ذبح کرنا چاہے تو اس کا مقصد صرف اللہ کے لیے صدقہ کرنا یا شکر ادا کرنا ہو، نہ کہ بنیادوں میں خون ڈالنا یا کسی توہم کو پورا کرنا ہو اور اس کا گوشت غریبوں میں بانٹیں اور اگر کوئی امیر بھی ہاتھ بڑھادے تو اس کا دل بھی نہ توڑیں اسے بھی گوشت دے دیں تو یہ نفلی صدقہ ہے اور ایک نیک عمل ہے اِس سے معاشرتی بھلائی بھی حاصل ہو گی اور ثواب بھی مگر مکان کی بنیادوں پر خون لگا کر انہیں ناپاک کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔

اس حوالے سے دار الافتا اہلِ سنت کا فتویٰ ملاحظہ کیجیے، چنانچہ مفتی صاحب فرماتے ہیں: مکان کی تعمیرات شروع کرنے سے پہلے جانور کو ذبح کر کے بنیادوں میں اُس کا خون ڈالنا یہ لغو کام ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، ہاں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے اور رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے جانور ذبح کر کے اُس کا گوشت غریبوں میں صدقہ کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ وقار الفتاوی میں ہے: مکان کی بنیادوں میں خون ڈالنا ایک لغو کام ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ اگر صدقے کا جانور ذبح کر کے گوشت غریبوں میں تقسیم کریں تو یہ اچھا ہے۔(3)

بعض مقامات پر جب گھر کی چھت ڈالی جاتی ہے تو اس خوشی میں دیگ پکا کر مزدوروں کو کھلائی جاتی ہے۔ ایسا کرنا بھی بہت اچھا ہے۔ بعض جگہ یہ رائج ہے کہ جب بہن کے گھر کی چھت ڈالی جاتی ہے تو والدین یا بھائی دیگوں کا اہتمام کرتے ہیں یہ بھی جائز ہے جبکہ انہیں مجبور نہ کیا جائے اور نہ دینے پر طعنہ زنی نہ ہو، البتہ! ایسا کرنا ضروری نہیں ہے۔ یاد رہے! گھر کی مضبوطی اچھی تعمیر، معیاری مواد اور درست منصوبہ بندی سے حاصل ہوتی ہے، نہ کہ کسی غیر شرعی رسم سے۔ اسی طرح گھر کی برکت اللہ پاک کی اطاعت، نماز، تلاوتِ قرآن اور نیک اعمال سے آتی ہے۔ لہٰذا ایک باشعور مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے لغو اور بے بنیاد رسومات سے خود بھی بچے اور دوسروں کو بھی حکمت اور نرمی کے ساتھ اس کی اصلاح کی دعوت دے۔ اللہ پاک ہمیں باطل رسومات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر روح البیان، 3/400 (2) فتاویٰ رضویہ، 9/490 (3) فتاویٰ اہل سنت غیر مطبوعہ، فتوی نمبر: Fmd 0097–وقار الفتاوی، 2/524

خلوص (کھرا پن)

محترمہ اُمِّ انس عطاریہ
ذمہ دار شعبہ ماہنامہ خواتین (کراچی سطح)، رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

اخلاص یا خلوص سے مراد وہ باطنی کیفیت ہے جس میں بناوٹ و منافقت وغیرہ کی ملاوٹ نہ ہو، بلکہ دل کی سچائی اور نیت کی پاکیزگی نمایاں ہو۔ یہ وہ صفت ہے جو قول و فعل میں ہم آہنگی پیدا کرتی ہے اور عبادات، معاملات، گفتگو اور کردار پر اثر انداز ہوتی ہے۔ درحقیقت اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر عمل صرف اللہ پاک کی رضا کے لیے انجام دے، بغیر کسی دنیاوی لالچ یا ذاتی فائدے کے۔ یہی وہ وصف ہے جو انسان کو ایک باوقار زندگی عطا کرتا ہے اور اسے دیگر مخلوقات سے ممتاز بھی کرتا ہے۔

نیت میں اخلاص: اگر نیت میں اخلاص ہو اور ہر عمل صرف رب کی رضا کے لیے کیا جائے تو اس میں غیر معمولی برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ خالص نیت عمل کو صرف درجۂ قبولیت تک نہیں پہنچاتی بلکہ اس کے اثرات کو بھی بڑھا دیتی ہے۔ اس کی ایک مختصر مگر سبق آموز مثال یہ واقعہ بھی ہے:

پرانے زمانے میں ایک جوان اور ایک بوڑھے نے مل کر کھیتی باڑی کی۔ فصل تیار ہوئی تو تقسیم کے وقت بوڑھا اپنا کچھ حصہ لیتا اور خاموشی سے جوان کے حصے میں یہ سوچ کر ڈال دیتا کہ اس کی زندگی ابھی باقی ہے۔ اسی طرح جوان بھی بوڑھے کے حصے میں کچھ اضافہ کر دیتا کہ وہ عیال دار ہے۔ یوں دونوں ایک دوسرے کے لیے ایثار کرتے رہے، مگر حیرت انگیز طور پر گندم کم ہونے کے بجائے بڑھتی گئی اور دانے کا سائز بھی بڑا ہو گیا۔ جب دونوں نے اپنی نیت ایک دوسرے پر ظاہر کی تو معلوم ہوا کہ یہ برکت ان کے خلوص اور ایثار کا نتیجہ ہے۔ بعد میں بادشاہِ وقت کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو اس نے اس بابرکت گندم میں سے ایک دانہ اپنے خزانے میں محفوظ کر لیا تاکہ بعد والوں کے لئے یادگار ہو جائے۔[1]

عمل میں اخلاص: عمل میں اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان کوئی بھی نیک کام صرف اس لیے انجام دے کہ اس کا رب اس سے راضی ہو جائے، اس میں کسی انسان کی خوشنودی یا دنیاوی فائدے کی کوئی آمیزش نہ ہو۔ خلوص انسان کے کردار کی اصل پہچان ہے۔ جس طرح دودھ میں مکھن اس کی اصل جان اور قدر کو ظاہر کرتا ہے، اسی طرح عمل کی اصل قدر و قیمت بھی اخلاص سے ہی قائم رہتی ہے؛ اگر عمل اخلاص سے خالی ہو تو وہ بے روح اور بے معنی ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اخلاص کے ساتھ کیا گیا عمل اللہ پاک کے ہاں نہایت قیمتی ہوتا ہے، یہاں تک کہ ایسے اعمال کو وسیلہ بنا کر کی گئی دعا بھی قبولیت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ ہو:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں تین آدمی سفر کے دوران رات گزارنے کے لیے ایک غار میں داخل ہوئے، لیکن ایک چٹان گرنے سے غار کا راستہ بند ہو گیا۔ انہوں نے اس مشکل سے نکلنے کے لیے طے کیا کہ ہر شخص اپنے سب سے خالص نیک عمل کو اللہ پاک کے حضور پیش کر کے دعا کرے۔ چنانچہ ایک نے اپنے بوڑھے والدین کی بے لوث خدمت کا ذکر کیا، دوسرے نے اللہ پاک کے خوف سے ایک بڑے گناہ سے رک جانے کے خالص عمل کو وسیلہ بنایا اور تیسرے نے اپنی دیانت داری اور امانت کی ادائیگی کو اللہ پاک کے لیے پیش کیا۔

ان تینوں کے اخلاص بھرے اعمال کے وسیلے سے اللہ پاک نے ان کی دعا قبول فرمائی اور چٹان ہٹادی، یہاں تک کہ وہ محفوظ طور پر باہر نکل آئے۔[2]

تعلق میں خلوص: خلوص ہی رشتوں کی بنیاد اور ان کی پائیداری کا راز ہے۔ خلوص سے نبھایا گیا تعلق کبھی بوجھ نہیں بنتا بلکہ زندگی کی خوبصورتی اور سکون کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ جب نیت صاف ہو اور دوسروں کے لیے دل میں خیر خواہی ہو تو اللہ پاک کی رضا کی امید پیدا ہوتی ہے اور جب رب کی رضا حاصل ہو جائے تو خیر و برکت، رحمت اور آسانیاں نازل ہوتی ہیں۔ مگر آج کے معاشرے میں اکثر یہ کیفیت بدل چکی ہے، جہاں ہر انسان اپنی ذات کے گرد گھومتا دکھائی دیتا ہے، میرا فائدہ ہو، میرا پیٹ بھرے، کسی اور کا حق متاثر ہو تو ہو جائے؛ جیسی سوچ عام ہوتی جارہی ہے۔ جب نیت میں لالچ آجائے اور اخلاص ختم ہو جائے تو رشتے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ بعض اوقات عورت کی غیر مخلصانہ سوچ گھر کے ماحول کو خراب کرتی ہے، وہ اپنے شوہر کے دل میں ایسی باتیں ڈال دیتی ہے جن سے وہ بھائی کا حق بھی دبالیتا ہے اور بہنوں کے حقوق بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاملات بگڑتے ہیں، دعائیں قبول نہیں ہوتیں اور پریشانیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں مگر وجہ سمجھ نہیں آتی۔

حقیقت یہ ہے کہ جب اخلاص ختم ہو جائے تو محبتیں کمزور، برکتیں ختم اور دلوں میں دوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ میاں بیوی اگر ایک دوسرے سے مخلص نہ ہوں تو گھر سکون سے محروم ہو جاتا ہے، بھائی بھائی سے مخلص نہ ہو تو رشتے ٹوٹنے لگتے ہیں اور طالبات بھی اگر ایک دوسرے کے لیے خیر خواہ نہ ہوں تو علم کا فائدہ کم ہو جاتا ہے۔ ساس بہو، نند بھاوج کے جھگڑوں کی اصل جڑ بھی اکثر یہی بے اخلاص رویہ ہوتا ہے۔ جب عمل میں اخلاص ہو تو نہ صرف رشتے سنورتے ہیں بلکہ زندگی بھی سکون و برکت سے بھر جاتی ہے۔

اخلاص کیسے حاصل ہو؟ اخلاص حاصل کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد اور اپنے باطن کا محاسبہ ضروری ہے۔ ☆سب سے پہلے اپنی نیت پر غور کرنا چاہیے اور ہر عمل کو اللہ پاک کی رضا کے لیے خالص کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر کوئی کسی غریب رشتہ دار کی مالی مدد کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ اپنی نیت صرف رب کی رضا رکھے، نہ کہ اس کے سلوک یا رویے کو معیار بنائے۔ چاہے رشتہ دار ناراض ہی کیوں نہ ہو، صلہ رحمی کی نیت سے اس کی خیریت دریافت کرے اور ضرورت کے وقت مدد کرے، یہی اخلاص کی علامت ہے۔ ☆اسی طرح اگر کسی کو تحفہ دیا جائے تو اس میں یہ سوچ نہ ہو کہ بدلے میں اس سے بہتر تحفہ ملے گا یا زیادہ فائدہ ہوگا، بلکہ نیت یہ ہو کہ اللہ پاک خوش ہو جائے اور مسلمان کے دل میں خوشی داخل ہو۔ جب نیت خالص ہو تو اس عمل پر ثواب کے ساتھ دنیا و آخرت میں برکت بھی ملتی ہے۔ ☆بعض اوقات سسرال یا گھریلو معاملات میں خواتین خدمت تو کرتی ہیں لیکن دل میں بوجھ اور جلن رکھتی ہیں، جس سے عمل کی روح ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے اعمال بظاہر تو اچھے لگتے ہیں مگر ان میں اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ان کا حقیقی فائدہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اگر یہی خدمت اللہ پاک کی رضا کے لیے خالص ہو تو اس کا اثر محبت، عزت اور برکت کی صورت میں ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ ☆اخلاص کا اصل تقاضا یہ ہے کہ انسان کسی بھی نیکی پر لوگوں کی تعریف یا داد و تحسین کا منتظر نہ رہے۔ اگر مقصد صرف اللہ پاک کی رضا ہو تو اجر بھی وہی عطا فرماتا ہے۔ لوگوں کی تعریف وقتی ہوتی ہے اور اس کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے جب سوال کیا کہ اعمال میں خالص کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ جو اللہ کے لیے عمل کرے اور یہ پسند نہ کرے کہ اس پر کوئی اس کی تعریف کرے۔[3]

اللہ پاک ہمیں نیت و عمل میں خلوص کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

1. نزہۃ المجالس، 1/ 282
2. بخاری، 2/ 67، حدیث: 2272
3. احیاء العلوم، 5/ 110

Go To Index

نفاق

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 48ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جا رہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ شہزاد عالم عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: تخصص فی الفقہ، جامعۃ المدینہ حبیبیہ دھوراجی کراچی)

زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنا اور دل میں اسلام سے انکار کرنا نفاق اعتقادی اور زبان و دل کا یکساں نہ ہونا نفاق عملی کہلاتا ہے۔ اسلام نے انسان کو ظاہر و باطن کی ایک جیسا رکھنے کا درس دیا ہے اور سچائی و اخلاص کو ایمان کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اس کے برعکس جو بظاہر ایمان کا دعویٰ کرے مگر دل میں کفر یا اسلام دشمنی چھپائے رکھے اسے منافق کہا جاتا ہے۔

نفاق ایسا خطرناک مرض ہے جو انسان کو دنیا و آخرت دونوں میں رسوائی سے دوچار کر دیتا ہے۔ اسی لئے قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں نفاق کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے: اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِۚ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًاۙ (پ5، النسآء: 145) ترجمہ: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت کے تحت ہے: منافق کا عذاب کافر سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہ دنیا میں اظہارِ اسلام کر کے مجاہدین کے ہاتھوں سے بچا رہا ہے اور کفر کے باوجود مسلمانوں کو مغالطہ دینا اور اسلام کے ساتھ استہزاء (مذاق) کرنا اس کا شیوہ رہا ہے۔[1]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نفاق ایک نہایت خطرناک صفت ہے جو انسان کو دنیا و آخرت میں نقصان پہنچاتی ہے۔ منافق بظاہر اسلام کے ساتھ نظر آتا ہے لیکن دل میں اللہ پاک اور دین کے خلاف خیالات رکھتا ہے۔ قرآنِ کریم میں منافقین کے لیے سخت وعید بیان کی گئی ہے اور انہیں دوزخ کے سب سے نچلے درجے کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ یہ آیات ہمیں بتاتی ہیں کہ صرف ظاہری عمل یا دعویٰ کافی نہیں، بلکہ ایمان کی سچائی اور اخلاص ضروری ہے۔

حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بھی نفاق کی علامات اور اس کے اثرات بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ

ایک روایت میں ہے: چار علامتیں جس میں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور ان میں سے ایک علامت ہوئی تو اس میں نفاق کی ایک علامت پائی گئی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے: جب امانت دی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی بکے۔[2]

منافقت کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ کوئی باہم مخالف دو لوگوں میں سے ہر ایک کے پاس جائے اور ہر ایک سے اس کے موافق بات کرے، یہ عین نفاق ہے، ایسوں کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دنیا میں دو چہروں والا (دوغلا) ہو، قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔[3]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک مقام پر منافقوں کے سردار عبدُ اللہ بن اُبَی کو مخاطب کر کے فرمایا: خدا سے ڈر اور نفاق سے باز آ! کیونکہ منافقین بدترین مخلوق ہیں۔[4]

یہ تمام آیات، احادیث اور اقوال ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ نفاق صرف ظاہری فریب یا جھوٹ نہیں بلکہ دل و زبان، قول و

Go To Index

فعل میں پیدا ہونے والا خطرناک رویہ ہے۔ منافقت انسان کے ایمان و کردار دونوں کو متاثر کرتی ہے اور معاشرے میں بداعتمادی، فساد اور اختلاف کو جنم دیتی ہے۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اعمال اور نیتوں کا جائزہ لیتا رہے، دل میں اخلاص رکھے، قول و فعل میں سچائی اختیار کرے، وعدوں اور امانت کا لحاظ کرے، نیز جھوٹ اور منافقت سے بچے۔

محترمہ بنتِ غلام جیلانی عطاریہ
(طالبہ: درجۂ رابعہ، فیضانِ رضا سرجانی ٹاؤن کراچی)

زبان سے مسلمان ہونے کا دعوی کرنا اور دل میں اسلام سے انکار کرنا نفاقِ اعتقادی اور زبان و دل کا یکساں نہ ہونا نفاقِ عملی کہلاتا ہے۔[5]

ظاہر و باطن کا تضاد بہت بڑا عیب ہے۔ منافقت ایمان کے اندر ہو تو سب سے بدتر ہے اگر عمل میں ہو تو ایمان میں منافقت سے کم لیکن فی نفسہ سخت خبیث ہے جس آدمی کے قول و فعل اور ظاہر و باطن میں تضاد ہو گا تو وہ لوگوں کی نظر میں سخت قابلِ نفرت ہو گا لیکن فی زمانہ آدمی یا تو مسلمان ہو گا یا کافر تیسری کوئی صورت نہیں ہے کہ نفاق زبان سے دعویٔ اسلام کرنا اور دل سے اسلام سے انکار، یہ بھی خالص کفر ہے۔[6]

ارشادِ الٰہی ہے: وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ؔۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ ۚ(۱۰۱) (پ11، التوبۃ:101)

ترجمہ: اور تمہارے آس پاس دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے (بھی) وہ منافقت پر اڑ گئے ہیں۔ تم انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر انہیں بڑے عذاب کی طرف پھیرا جائے گا۔

ایک روایت کے مطابق منافق اس بکری کی طرح ہے جو دو بکروں کے درمیان گھومے (چکر لگائے) ایک بار اس بکرے کے پاس پہنچ جائے اور ایک بار اس بکرے کے پاس۔[7] اس حدیثِ پاک کی شرح میں ہے کہ دونوں کو راضی کرنے اور دونوں سے لذّت اور نفع حاصل کرنے کے لیے جس سے اس کا بچہ ولدِ نا معلوم ہو۔ خیال رہے کہ کافر و مومن سب کو راضی کرنے کی کوشش میں رہنا خطرناک بیماری ہے جس سے اس کا خود اپنا کوئی دین نہیں رہتا۔ اسی لئے یہاں ایسی گندی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے تاکہ دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو۔[8]

ایک روایت میں ہے: مقتولین تین طرح کے ہیں: (1) وہ مومن جو اپنی جان و مال سے راہِ خدا میں جہاد کرے، جب دشمن سے مقابلہ ہو تو جہاد کرے یہاں تک کہ شہید ہو جائے۔ یہ وہ شہید ہے جو امتحان میں ڈالا گیا، عرش کے نیچے اللہ پاک کے خیمے میں ہو گا، حضرات انبیا کو اس پر درجۂ نبوت کے سوا فضیلت حاصل نہ ہو گی۔ (2) وہ مومن جس نے اچھے برے کام کیے، اس نے اپنی جان و مال سے راہِ خدا میں جہاد کیا، دشمن سے جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ یہ ایک پاک کرنے والی چیز ہے جس نے اس کے گناہ اور خطائیں مٹا دیں۔ بے شک تلوار خطاؤں کو مٹانے والی ہے اور وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو گا۔ (3) منافق جو اپنے جان و مال سے جہاد کرے، پھر دشمن سے لڑتے ہوئے مارا جائے تو یہ دوزخ میں ہے کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹاتی۔[9]

معلوم ہوا کہ نفاق بہت خبیث باطنی مرض ہے کہ منافق کا کوئی عمل قابلِ قبول نہیں۔ نفاقِ اعتقادی کفر کا سب سے بڑا درجہ ہے، منافقِ اعتقادی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ڈالا جائے گا جبکہ نفاقِ عملی گناہِ کبیرہ، حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ اللہ کریم دونوں طرح کے نفاق سے مسلمانوں کو امان عطا فرمائے اور ایمانِ کامل نصیب فرمائے۔ آمین

---

(1) تفسیر خزائن العرفان، ص196 (2) بخاری، 1/25، حدیث:34 (3) ابو داود، 4/352، حدیث:4873 (4) تفسیر روح البیان، 1/62 (5) باطنی بیماریوں کی معلومات، ص219 (6) بہار شریعت، 1/182، حصہ:1 (7) مسلم، ص1147، حدیث:7043 (8) مراۃ المناجیح، 1/75 (9) دارمی، 2/272، حدیث:2411

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ! ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 48ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 231 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی اصحاب احد سے محبت	67	نفاق کی مذمت	100	واقعۂ کربلا سے ہم نے کیا سیکھا؟	64

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور کی اصحابِ احد سے محبت

بہاولپور: یزمان: بنت محمد یونس۔ ساہیوال: بنت شفقت علی۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت محمد نواز، بنت محمد بوٹا، بنت شاہد، بنت محمد نعیم۔ تلواڑہ مغلاں: بنت غلام سرور، بنت جاوید آصف، بنت طارق، بنت عدنان، بنت عبد الستار، بنت بشارت علی، بنت انور، بنت عمر، بنت محمد اسلام، بنت وسیم علی، ہمشیرہ غلام عباس، ہمشیرہ محمد اسد، بنت محمد جمیل، بنت مطہر محمود، بنت حسنین خالد، بنت اسلم، بنت سائیں ملنگا۔ شفیع کا بھٹہ: ہمشیرہ محمد منیب، بنت آصف اقبال، بنت عرفان، بنت دلاور حسین، ہمشیرہ حضر علی، بنت رحمت، بنت سعید، بنت سید عاشق حسین شاہ۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت فیاض احمد، بنت نصیر، بنت رفیق، بنت ایاز خان، بنت عمران۔ مظفرپورہ: بنت محمد طارق، ام سلمی۔ معراج کے: بنت محمد افضل بھٹی، بنت محمد بوٹا، بنت ریاض احمد، بنت ذوالفقار علی، بنت نصیر احمد۔ میانہ پورہ: بنت الیاس، بنت محمد عمران، بنت منور، بنت محمد جمیل، اخت حمزہ عمران، بنت قمر شہزاد، بنت اعظم مبین، بنت عتیق، بنت عمران، بنت سہیل۔ نندپور: بنت محمد سلیم، بنت محمد رمضان احمد، بنت ہدایت اللہ، بنت محمد صدیق، بنت محمد الیاس، بنت عبد الستار۔ نواں پنڈ: آرائیاں: ہمشیرہ عدنان فاروق، بنت عبد الرؤف، بنت اختر۔ فیصل آباد: چیاں: بنت ارشد محمود۔ فیصل آباد: بنت نذیر مدنیہ۔ گجرات: کنگ سہالی: بنت محمد افضل۔ گوجرانوالہ: ضلع کامونکی: بنت رمضان۔

نفاق کی مذمت

بہاولپور: حاصل پور: بنت محمد یاسر۔ بہاولپور: یزمان: بنت محمد یونس۔ پنجاب: گجرات: ام شجاع۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت محمد امیر۔ ڈیرہ نواب صاحب: بنت محمد خان ناچ۔ راولپنڈی: نیو افضل ٹاؤن: بنت عاطف۔ ساہیوال: بنت شفقت علی۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت محمد یونس، بنت محمد نواز، بنت طالب، بنت مظہر جلیل، بنت محمد بوٹا، بنت اصغر، بنت شمشاد علی، بنت نوید حسین۔ تلواڑہ مغلاں: بنت جاوید سرور، بنت عارف حسین، بنت جاوید آصف، بنت رزاق احمد، بنت شبیر احمد، بنت احمد رضا، بنت محمد شکور، بنت مدثر اقبال، ہمشیرہ زین، بنت نصیر احمد، بنت محمد ناصر، بنت محمد انور، بنت نذیر احمد، بنت شفیق، بنت فیصل مجید، بنت محمد رفیق، بنت محمد آصف، بنت نعیم۔ شفیع کا بھٹہ: بنت عثمان علی، بنت افتخار احمد، بنت خالد حسن، بنت محمد یوسف، بنت محمد اشفاق، ہمشیرہ میر حمزہ، بنت عرفان، بنت کاشف شیراز، بنت عارف محمود، بنت محمد حبیب، بنت اشفاق احمد، بنت محمد شریف، بنت اصغر، ہمشیرہ نوید علی، بنت سرور۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت رشید، بنت ایاز، بنت الیاس، بنت رفیق، اخت ثناء اللہ خان، اخت فیصل خان، ہمشیرہ حنظلہ، بنت خالد، بنت سماں، بنت ریاض، بنت گل نواز۔ مظفرپورہ: بنت محمد طارق، بنت محمد شہباز، بنت حافظ محمد شبیر۔ معراج کے: بنت محمد اشرف، بنت محمد رفیق۔ میانہ پورہ: بنت الیاس، بنت قمر شمس، بنت منور، بنت محمد عمران، بنت محمد جمیل، اخت حمزہ عمران، بنت عمران، بنت اعظم مبین، بنت عتیق، بنت سہیل۔ نندپور: بنت محمد سلیم، بنت محمد رمضان احمد، بنت ہدایت اللہ، بنت محمد صدیق، بنت محمد الیاس، بنت افتخار احمد، بنت عبد الستار۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت اکبر، ہمشیرہ عدنان فاروق، بنت ظفر اسلام، بنت محمد زمان، بنت سوداگر حسین، بنت اختر۔ قصور: الہ آباد: بنت اختر۔ کراچی: دھوراجی: بنت شہزاد عالم۔ سرجانی ٹاؤن: بنت غلام جیلانی۔ ناظم آباد نمبر 1: بنت منور خان۔ کوئٹہ: بنت احمد دین۔ گجرات: بنت غلام غوث۔ گوجرانوالہ: ضلع کامونکی: بنت رمضان۔ لاہور: جوہر ٹاؤن: بنت شبیر احمد، بنت منصور۔ نواب شاہ: بنت محمد آصف اقبال۔ عرب بحرین: بنت مقصود۔

واقعۂ کربلا سے ہم نے کیا سیکھا؟

بہاولپور: حاصل پور: بنت نذیر احمد۔ بہاولپور: یزمان: بنت محمد یونس۔ ساہیوال: بنت شفقت علی۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت سید رضوان علی، بنت محمد نواز، بنت شاہد

بنت محمد رفیق، بنت احمد رضا۔ تکواڑہ مغلاں: بنت فیصل مجید، بنت شاہد۔ شفیع کا بھٹہ: بنت ندیم جاوید، بنت محمد اکرام، بنت عرفان، بنت جعفر حسین، ہمشیرہ حامد، بنت کرامت علی، بنت عبد الرزاق، ہمشیرہ عمر جٹ، ہمشیرہ محمد دانش مغل، بنت محمد شاہد، بنت ہمایوں، بنت محمد شاہد۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، کنیز عطار، بنت ایاز خان، بنت محمد شہباز، بنت ریاض، بنت سماں۔ مظفرپورہ: بنت محمد طارق، بنت عمران۔ معراج کے: بنت محمد رفیق، بنت محمد ذو الفقار، بنت طاہر حسین، بنت منیر حسین۔ میانہ پورہ: بنت الیاس، بنت قمر شمس، بنت محمد عمران، بنت منور، بنت محمد جمیل، اخت حمزہ عمران، بنت اعظم مبین، بنت عتیق، بنت سہیل۔ نند پور: بنت محمد رمضان احمد، بنت ہدایت اللہ، بنت افتخار احمد، بنت محمد صدیق، بنت عبد الستار۔ نواں پنڈ: آرائیاں: ہمشیرہ عدنان فاروق، بنت ظفر اسلام، بنت اختر۔ صادق آباد: لکڑ منڈی: بنت شبیر۔ قصور: الہ آباد: بنت انور۔ کراچی: بنت ارشاد احمد۔ شاہ نواز بھٹو کالونی: بنت محمد شاکر۔ ملیر: بنت افضل علی۔ گوجرانوالہ: ضلع کامونکی: بنت رمضان۔ لاہور: ٹاؤن شپ: بنت غلام مرتضیٰ۔ کرباٹھ: بنت عابد۔ لالہ موسیٰ: مدینہ کلاں: بنت سجاد حسین۔ میانوالی: عیسیٰ خیل: بنت گل محمد۔ نارووال: بنت انور حسین۔

محترمہ بنتِ سجاد حسین عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: فیضانِ فاطمۃ الزہرا چھوکر کلاں)

واقعۂ کربلا صرف ایک سانحہ نہیں، سانحے دنیا میں بہت ہوئے ہیں، مگر آج لوگوں کے دل و دماغ میں ان کا خیال تک موجود نہیں، اگر کربلا بھی صرف ایک سانحہ ہوتا تو تقریباً تیرہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود اسے یاد نہ رکھا جاتا، لہٰذا کربلا صرف ایک سانحہ نہیں، یہ درس زندگی کی پوری ایک کتاب بھی ہے، جو ہمیں کامیابی کے راستے بھی بتاتی ہے، ترقی کے زینے بھی بتاتی ہے، زندگی کے اصول بھی سکھاتی ہے اور عظمت و شان سے جینے کا درس بھی دیتی ہے۔

جو بھی دینِ اسلام کی خدمت کے راستے پر چلتا ہے اس پر مصیبتوں اور پریشانیوں کے بادل سایہ فگن ہوتے ہیں، کوئی ظلم و ستم کا نشانہ بنتا ہے تو کوئی لوگوں کے طعنوں کی زد میں آجاتا ہے۔ ممکن ہے کہ نیکی کی دعوت عام کرنے کی مقدس کوشش میں آپ کو بھی لوگوں کے طعنے سننے کو ملیں؛ کوئی سپارہ پڑھانے والی باجی تو کوئی مُلّانی جیسے طنزیہ جملے کس کر آپ کا دل دکھائے یا بے پردگی سے بچنے پر طعنے دے مگر آپ نے لوگوں کے طعنوں کی پروا کئے بغیر حسنینِ کریمین کے نانا جان صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دین کی خدمت کرنی ہے۔

خدانخواستہ کبھی لوگوں کی بدسلوکی کا سامنا ہو تو میدانِ کربلا میں ڈھائے جانے والے ظلم، حضرت شہر بانو، حضرت زینب، حضرت سکینہ اور کربلا کے دیگر شہدا کی بیویوں اور ماؤں کے غم کو یاد کیجئے کہ جب ان خواتین نے اپنے پیاروں کو شہید ہوتے دیکھا ہو گا توان پر کیا گزری ہو گی! جب آپ اس ظلم کا تصور کریں گی تو یقیناً اس کے مقابلے میں اپنا درد بہت ہلکا محسوس ہو گا بلکہ جب آپ اس منظر کو یاد کریں گی تو اپنی معمولی سی تکلیف کے احساس پر آپ کو خود ہی ہنسی آئے گی کہ کیا ہماری بھی کوئی تکلیف ہے! لہٰذا صبر کا دامن تھامے اپنی مختصر سی زندگی کو شریعت و سنّت کے مطابق گزارے، دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ رہیے اور اسلامی بہنوں کو نیکی کی دعوت دیتی رہیے۔

پیاری مبلغہ! معمولی سی مشکل پر گھبراتی ہے
دیکھ! حسین نے دین کی خاطر سارا گھر قربان کیا

واقعۂ کربلا سے ملنے والے اہم اسباق: واقعۂ کربلا سے ہم نے سیکھا:

☆ خدمتِ دین اور دعوتِ دین میں کبھی بھی ہچکچاہٹ کا شکار نہ ہوں بلکہ جب بھی موقع ملے دین کے نام پر چل پڑیں اور دین کی سربلندی کے لئے ہر جائز کوشش کریں۔

☆ دین کی حفاظت میں اپنے احباب، گھربار بلکہ اپنی جان بھی راہِ خدا میں پیش کرنی پڑے تو پیچھے مت ہٹیں بلکہ آگے بڑھ کر دین کی حفاظت کے لئے حق و باطل کے درمیان مضبوط دیوار بن جائیں اور ہر خواہش و آسائش کے مقابلے میں دین و ایمان ہی کو ترجیح دیں۔

☆ نماز کی پابندی ہر حال میں کریں، گھر میں ہوں یا سفر میں، امن میں ہو یا میدانِ جنگ میں، ہر صورت پیشانی کو بارگاہِ خدا میں جھکنے کا عادی رکھیں۔

Go To Index

☆جو وعدہ کریں اس پر بے وفائی کا داغ نہ لگنے دیں بلکہ اس پر تکمیل ووفا کی مہر لگائیں۔

☆مسلمان کا شیوہ محبتِ قرآن اور عادتِ تلاوتِ قرآن ہے، نیزے پر بلند سرِ حسین کی تلاوت کو یاد رکھیں۔

☆واقعۂ کربلا میں خاص کر اسلامی بہنوں کے لیے اہم سبق یہ ہے کہ مصائب و آلام کے پہاڑ ہی کیوں نہ ٹوٹ پڑیں پھر بھی نوحہ وواویلہ اور کوئی غیر شرعی عمل نہ کریں بلکہ خواتینِ خاندانِ نبوت کے غم اور طرزِ عمل کو پیشِ نظر رکھیں کہ ان ہستیوں نے یہ سارا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا، پھر بھی انہوں نے نہ نوحہ کیا، نہ سینہ کوبی کی۔

امیرِ اہلِ سنت اپنے اشعار میں کتنی پیاری نصیحت فرماتے ہیں:

رونا مصیبت کا مت رو تُو پیارے نبی کے دیوانے
کرب و بلا والے شہزادوں پر بھی تو نے دھیان کیا

اللہ پاک ہمیں کربلا والوں کا صدقہ عطا فرمائے اور ہمیں سچی پکی حسینیہ بنائے۔ آمین

محترمہ بنتِ شبیر عطاریہ
(طالبہ: درجۂ رابعہ، لکڑ منڈی صادق آباد)

کربلا کا واقعہ یقیناً نہایت غمناک اور دل دہلا دینے والا واقعہ ہے کربلا صرف ایک سانحہ نہیں کیونکہ سانحہ تو بھول جاتا ہے۔ اگر کربلا بھی سانحہ ہوتا تو آج اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی لوگوں کے دل و دماغ میں یوں راسخ نہ ہوتا، لہٰذا کربلا صرف ایک سانحہ نہیں یہ درسِ زندگی کی پوری ایک کتاب ہے، واقعۂ کربلا ہمیں سکھاتا ہے: کامیابی کے راستے، ترقی کے زینے، زندگی کے اصول اور عظمت و شان سے جینے کا درس۔

واقعۂ کربلا ہمیں نماز کی پابندی کا درس دیتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کی آخری نماز بھی نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ادا فرمائی۔

واقعۂ کربلا کا سب سے نمایاں درس "صبر" ہے۔ اہلِ بیت کا صبر اللہ اکبر! آلِ رسول نے صبر کا وہ امتحان دیا کہ دنیا کو حیرت میں ڈال دیا، بچے سے بڑے تک مبتلائے مصیبت تھے مگر رضائے الٰہی کے لیے مصیبتوں کو برداشت کیا۔

واقعۂ کربلا ہمیں سکھاتا ہے کہ دنیا کی محبت ہر لڑائی کی جڑ ہے؛ یزید پلید کا دل چونکہ دنیا کی محبت سے سرشار تھا اور اس کی ہوس نے اسے اس کے انجام سے غافل کر کے امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کے خون ناحق کروانے تک پہنچا دیا، جس اقتدار کی خاطر اس نے کربلا میں ظلم و ستم کی آندھیاں چلائیں وہ اقتدار اس کے لیے کچھ زیادہ ہی ناپائیدار ثابت ہوا، بدنصیب یزید صرف تین برس چھ ماہ تختِ حکومت پر شرارت کر کے 39 سال کی عمر میں مر گیا۔

وہ تخت ہے کس قبر میں وہ تاج کہاں ہے؟
اے خاک بتا زورِ یزید آج کہاں ہے؟

تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے جب کبھی عملاً دین کے مقابلے میں اس فانی دنیا کو ترجیح دی تو وہ دین و دنیا دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے اور جو اس فانی دنیا کو لات مار کر دین و ایمان کی بقا کے لیے کھڑے ہوئے وہ دارین میں کامیاب ہو گئے۔

یہی وجہ ہے کہ امام عالی مقام اور آپ کے ساتھی کل بھی اُمّتِ مسلمہ کے دلوں کے تاجور تھے آج بھی ہیں اور رہتی دنیا تک رہیں گے۔

ناشمر ہی کا وہ ستم رہا نہ یزید کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

لہٰذا جب کبھی سنتوں پر عمل یا دینی کاموں کے سبب آپ پر ظلم و ستم ہو تو اس وقت کربلا کے خونی منظر کا تصور باندھ لیجیے اور خدمتِ دین پر ثابت قدمی سے ڈٹ جائیے! یہی درسِ کربلا ہے۔ اللہ پاک ان کے ظاہری اور باطنی برکات سے مسلمانوں کو فیض یاب فرمائے اور ان کی اخلاص مندانہ قربانیوں کی برکت سے اسلام کو ہمیشہ سرخرو رکھے۔ آمین

ہر دور کے فرعون کو احساس دلا دو
جذبہ کبھی پابندِ سلاسل نہیں ہوتا

Go To Index

نغماتِ رضا کورس

(اس سلسلے میں ہر ماہ اس شعبے سے متعلق مفید معلومات بیان کی جاتی ہیں۔)

اللہ پاک نے اس دنیائے فانی میں اپنی مخلوق کی راہ نمائی کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ہر ایک کو جداگانہ کمالات سے نوازا، مگر حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو حسن و جمال، جاہ و جلال، علم و حکمت اور جود و نوال کی وہ جامع دولت عطا فرمائی جو تمام کمالات کا مجموعہ ہے۔ اسی لیے حضور کی مدح و ثنا نہ صرف عبادت ہے بلکہ ایمان کی حلاوت اور محبتِ رسول کا مظہر بھی ہے، جسے ہر دور کے عاشقانِ رسول نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا۔

منظوم صورت میں حضور کی مدح سرائی کرنے والوں میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبد اللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن زہیر، امام بوصیری، مولانا جامی، جلال الدین رومی، شیخ سعدی، امیر خسرو اور دیگر اکابرین کے نام نمایاں ہیں۔ اسی مبارک سلسلے کی ایک درخشاں کڑی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جنہیں علم و فقہ میں امامت کے ساتھ ساتھ نعت گوئی میں بھی ایک بے مثال مقام حاصل ہے۔

اعلیٰ حضرت کا کلام محض شاعری نہیں بلکہ سوزِ عشق، علمی گہرائی، فصاحت و بلاغت اور عقیدت کا حسین امتزاج ہے۔ آپ باقاعدہ تکلف اور غور و فکر سے اشعار نہیں کہتے تھے بلکہ جب عشقِ رسول کے جذبات موجزن ہوتے اور مدینۂ منورہ کی یاد دل کو بے قرار کرتی تو یہ جذبات خود بخود نعتیہ اشعار کی صورت میں ڈھل جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں تاثیر، سلاست اور روحانیت بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔

حدائقِ بخشش آپ کی اسی نعتیہ شاعری کا شاہکار مجموعہ ہے، جس میں ایسے لازوال کلام شامل ہیں جو ایک صدی گزرنے کے باوجود آج بھی زبانِ زدِ عام ہیں، جیسے:

- مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
- سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
- چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے۔

یہ کلام نہ صرف ادبی حسن رکھتے ہیں بلکہ دلوں میں عشقِ رسول کو تازہ اور مضبوط کرتے ہیں۔

اس کورس میں اعلیٰ حضرت کے منتخب نعتیہ کلام کو نہایت مربوط انداز میں، مشکل الفاظ کی وضاحت اور تشریح کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، تاکہ شرکائے کورس نہ صرف اشعار کے ظاہری معانی کو سمجھ سکیں بلکہ ان کے پسِ پردہ موجود عشق، معرفت اور فکری گہرائی کو بھی محسوس کریں۔ یوں یہ کورس علم و ادب کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت کا بھی ایک مؤثر ذریعہ بنتا ہے، جو دل میں محبتِ رسول کو بڑھانے اور ذوقِ نعت کو نکھارنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

کورس کے مشمولات

اس کورس کے تحت ٹوٹل 22 کلام شامل ہیں۔

کورس کرنے کے بعد آپ کس قابل ہو جائیں گی؟

اس کورس کے ذریعے عشقِ رسول میں اضافہ ہو گا اور سیرتِ رسول کے وہ حسین پہلو سمجھ میں آئیں گے جنہیں اعلیٰ حضرت نے نہایت خوبصورتی سے اشعار کی صورت میں بیان فرمایا ہے۔

کورس کی اہلیت

یہ کورس ہر وہ اسلامی بہن کر سکتی ہے جس کی عمر کم از کم 12 سال ہو اور اردو زبان لکھنا پڑھنا جانتی ہو۔ اس کے علاوہ کسی خاص تعلیمی قابلیت کی شرط نہیں۔

ایڈمیشن کے لئے رابطہ نمبر:

03139292992 | 03142036541

Go To Index

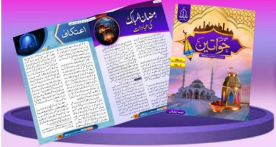

تاثرات وسفارشات

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

ماہنامہ خواتین (ویب ایڈیشن) کے متعلق موصول تاثرات وتجاویز میں سے چند تاثرات وتجاویز ضروری ترمیم واضافے کے بعد پیشِ خدمت ہیں۔

محترمہ بنتِ عطار باجی

الحمدُ للہ! ماہنامہ فیضانِ مدینہ اور ماہنامہ خواتین بہت بہترین میگزین ہیں۔ ماہنامہ خواتین ہر ماہ PDF میں شائع ہوتا ہے۔ جب جب ماہنامے کا مطالعہ رہا بہت اچھا Feel ہوا۔ مختلف موضوعات پر علمِ دین اپنی روشنی بکھیر رہا ہے۔ کیا بوڑھا کیا جوان کیا بچے سبھی کے لئے انٹرسٹنگ ماہنامہ ہے۔ بالخصوص اس میں مدنی مذاکروں کا سلسلہ علم کی بہاریں لٹا رہا ہے۔ اسلامی بہنوں سے متعلق شرعی مسائل پر مفتیانِ کرام کے بہترین جوابات مطالعے میں آئے۔ سبھی کو چاہیے کہ ماہنامہ خواتین خود بھی پڑھیں، اپنے بچوں کو بھی پڑھائیں اور دیگر اسلامی بہنوں کو بھی مطالعے کی ترغیب دلائیں۔ یہ میگزین علمِ دین حاصل کرنے اور علمِ دین پھیلانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

مشورہ: بچوں سے متعلق اسلامک Stories ہونی چاہئیں جنہیں بچے بھی پڑھیں اور والدین اسٹوری کی طرح انہیں پڑھ کر سنائیں۔ کوئی دعا بھی لکھی جائے، کوئی سنت بھی بتائی جائے، اس سے بچوں کی اچھی تربیت ہوگی اور انہیں بھی دین کی معلومات ملیں گی۔ عورتوں کے لئے گھر کی صفائی ستھرائی اور سلیقہ شعاری سے متعلق بھی کوئی ٹاپک ہونا چاہیے جس میں باہر کی صفائی سے متعلق بھی مدنی پھول ہوں (جیسے عورتیں گھر کا کچرا باہر رکھ دیتی ہیں، گیلری سے بچوں کے نجس کپڑے اور گندگی پھینک دیتی ہیں وغیرہ)

محترمہ بنتِ سید ساجد علی عطاریہ
(معلمہ فیضانِ رضا سرجانی ٹاؤن کراچی)

ماشاءَ اللہ! ماہنامہ خواتین کا ہر سلسلہ ہی بہترین ہے لیکن مدنی مذاکرے کا سلسلہ ستاروں کے درمیان چاند کی طرح چمکتا ہے، اللہ پاک اس کی چمک دمک میں اضافہ فرمائے۔ دارُ الافتاء اہلِ سنت سلسلے کی تو کیا ہی بات ہے! اس کی برکت سے بہت سی الجھنیں دور جاتی ہیں۔

مشورے: ☆ اگر اسے بصورتِ کتاب شائع کیا جائے تو اس سے مزید فوائد حاصل ہوں گے۔ مطالعے کے ساتھ ساتھ مبلغات کے لئے بھی معاون ثابت ہوگا۔ ☆ اگر اسے پڑھنے اور لکھنے والیوں کے لئے دعائے عطار شامل کردی جائے تو ان شاءَ اللہ پڑھنے والیوں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوگا۔ ☆ اس میں کفریہ کلمات کی معلومات پر مشتمل ایک سلسلہ بھی شامل ہونا چاہیے۔

محترمہ بنتِ عبد الحمید مدنیہ عطاریہ (لیکچرار، ایم فل اسکالر رائیونڈ)

ماہنامہ خواتین ایک مختصر مگر جامع سلسلہ ہے جس میں آج کے مصروف ترین دور میں مختصر وقت میں کثیر علم کا خزانہ حاصل کیا جاسکتا ہے، بلکہ عمل کا بھی ذہن بنتا ہے۔ آج کے پُرفتن دور میں کسی کو باعمل بنانا کمال در کمال ہے۔

مشورہ: میری ناقص رائے ہے کہ عقائدِ اہلِ سنت یا بنیادی عقائد کا ایک مضمون ہونا چاہئے۔ سوشل میڈیا کے دور میں لوگوں کے عقائد کو محفوظ کرنا بہت مشکل ہو چکا ہے بالخصوص عوامِ اہلِ سنت کسی کو بھی سن لیتے ہیں اور بھٹکنے کا خدشہ بڑھ چکا ہے، لہٰذا عقائدِ اہلِ سنت قرآن و حدیث کی روشنی میں شامل کئے جائیں اور انہیں کتابی شکل دی جائے تاکہ گھر گھر پہنچانا اور تحائف کی صورت میں عوامُ النّاس کے ہاتھوں میں دینا آسان ہو۔ چیز اگر ہاتھ میں موجود ہو تو انسان پڑھنے کے لئے وقت نکال ہی لیتا ہے۔ عقائد کو مضبوط کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لئے ماہنامہ خواتین کی مدد سے بہت آسانی سے خدمت لی جاسکتی ہے۔

اس ماہنامے میں آپ کو کیا اچھا لگا! کیا مزید اچھا چاہتی ہیں! اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز اس ای میل ایڈریس mahnamahkhawateen@dawateislami.net پر یا واٹس ایپ نمبر 03486422931 پر تحریراً بھیج دیجئے۔

Go To Index

اسلامی بہنوں کے دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

اپریل2026 / شوال المکرم، ذیقعدۃ الحرام1447ھ کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
منسلک اسلامی بہنیں		1141281	86632	1227913
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماعات	تعداد اجتماعات	13824	1568	15392
	شرکائے اجتماعات	562880	30254	593134
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	16462	1655	18117
	پڑھنے والیاں	134046	10665	144711
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		915732	30878	946610
مدنی مذاکرہ سننے والیاں		296413	13868	310281
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		185967	7728	193695
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		228079	11000	239079
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		45654	2995	48649

اپریل2026 میں اسلامی بہنوں کے 13 شعبہ جات میں ہونے والے کورسز و سیشنز کی مجموعی کارکردگی

	مقامات	شُرکا
مدنی کورسز / سیشنز	36100	318584

51واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے ستمبر2026

1. حضور کی مہاجرین سے محبت
2. بزرگوں کی بے ادبی کرنے کی مذمت
3. تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوت میں علمائے اہلِ سنت کا کردار

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20جون2026

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات پنڈورہ راولپنڈی

اللہ پاک کے فضل و احسان، آخری نبی صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم کی کرم نوازی اور امیرِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کی نگاہِ فیض سے اسلامی بہنوں میں فکرِ آخرت کو اجاگر کرنے کے لئے عظیم الشان **فیضان صحابیات سید پور روڈ پنڈورہ راولپنڈی** کا آغاز 20 ستمبر 2021 کو ہوا۔

آفسز کی تعداد

فیضانِ صحابیات پنڈورہ راولپنڈی کی عمارت میں 4 آفسز قائم ہیں:(1)ڈویژن نگران اسلامی بہن آفس (2)فنانس ڈیپارٹمنٹ آفس (3)ڈونیشن بکس آفس (4) مکتبۃ المدینہ آفس

فیضانِ صحابیات پنڈورہ راولپنڈی میں ہونے والے دینی کام

- ❖ الحمدُللہ اس فیضانِ صحابیات کی عمارت میں رہائشی کورسز اور مدنی مشوروں کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- ❖ چھوٹی بچیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے لئے صبح 11 تا دوپہر 1 بجے گلی گلی مدرسۃ المدینہ لگایا جاتا ہے جس میں کم و بیش 57 طالبات فیضانِ علم سے سیراب ہونے کی سعادت پاتی ہیں۔
- ❖ بروز اتوار صبح 11 تا دوپہر 1 بجے تک اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے جس میں آخرت کی تیاری کا ذہن دیا جاتا ہے۔
- ❖ صبح 11 تا دوپہر 1 بجے مدرسۃ المدینہ بالغات بھی لگتا ہے جس میں تربیت یافتہ مدرسات بڑی عمر کی اسلامی بہنوں کو درست قواعد و مخارج کے ساتھ قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی شرعی، اخلاقی اور تنظیمی تربیت بھی کرتی ہیں۔
- ❖ بروز اتوار صبح 10 تا دوپہر 2 بجے تک روحانی علاج کا بستہ لگایا جاتا ہے، جہاں دکھیاری اسلامی بہنوں کو روحانی علاج، کاٹ اور تعویذات و وظائف کی مفت سہولت بھی فراہم کی جاتی ہے۔

ib.darulsunnahpak@dawateislami.net